Postal Reg. No. L/P/ GDP-1, DEC 2012

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم   نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡم   وَعَلٰی عَبۡدِهِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ **بدر** قادیان

The Weekly BADR Qadian

جلد 60

ایڈیٹر
منیر احمد خادم

نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
تنویر احمد ناصر ایم اے

شمارہ 32

شرح چندہ
سالانہ 350 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
35 پاؤنڈ یا
60 ڈالر امریکن 65
کینیڈین ڈالر
یا 40 یورو

www.alislam.org/badr

10 رمضان 1432 ہجری قمری ۔ 11 ظہور 1390 ہش ۔ 11 اگست 2011ء

اخبار احمدیہ

قادیان دارالامان: سیدنا حضرت امیر المومنین مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر و عافیت ہیں۔ الحمدللہ۔ احباب کرام حضور انور کی صحت و تندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کے لئے دُعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین ۔ اللھم اید امامنا بروح القدس وبارک لنا فی عمرہ وامرہ۔

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہؒ والدہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا مختصر تعارف و خدمات

احباب جماعت کو اطلاع مل چکی ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی، حضرت مصلح موعودؓ کی سب سے بڑی صاحبزادی اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی والدہ ماجدہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب مورخہ 29 جولائی 2011ء کو شام سوا سات بجے ہندوستانی وقت کے مطابق اپنی رہائش گاہ ربوہ میں بعمر تقریباً 100 سال انتقال فرماگئیں ۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں سے آپ نے اب تک سب سے لمبی عمر پائی ہے۔

آپ چند سال سے مختلف عوارض کی وجہ سے کمزوری کی طرف مائل تھیں۔ تاہم گزشتہ چھ ماہ سے آہستہ آہستہ کمزوری بڑھ رہی تھی اور کچھ عرصہ سے صاحب فراش تھیں۔

آپ جلسہ سالانہ قادیان 2005ء کے موقع پر قادیان تشریف لائیں، 2 ہفتے تک یہاں قیام فرمایا اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے خلافت کے بعد پہلی اور آخری مرتبہ ملاقات کی اور اپنے جلیل القدر صاحبزادے کو خلیفۃ المسیح کی مسند پر بیٹھے دیکھا اور دید کی پیاس بجھائی

دوران قیام قادیان آپ نے قادیان کے مقامات مقدسہ کی زیارت کی اور قادیان کی لجنہ کی ممبرات کو شرف ملاقات عطا فرمایا۔ آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے 25 مئی 1933ء کو وصیت کی تھی جبکہ آپ کی عمر 22 سال تھی۔

آپ حضرت مصلح موعودؓ کی مبارک اولاد میں دوسرے نمبر پر اور صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ آپ سے بڑے تھے۔ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ ستمبر 1911ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے ہاں حضرت صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہؓ اُمّ ناصر کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت بہت ہی دینی اور روحانی ماحول میں ہوئی۔ دینیات کلاس اٹینڈ کی، اور 1929ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی کا امتحان پاس کیا جس کا اعلان الفضل 19 جولائی 1929ء میں شائع ہوا۔ آپ نے 1931ء میں میٹرک کا امتحان دیا۔ (انوار العلوم جلد 13 صفحہ 184) اور پھر ایف اے تک تعلیم حاصل کی۔

مورخہ 2 جولائی 1934ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کا نکاح حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کے ساتھ پڑھا اور آپ کا رخصتانہ 26 اگست 1934ء کو ہوا۔

آپ کے خطبہ نکاح کے موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے خدا تعالیٰ کے حقیقی عبد بننے اور اس کے تقاضوں کو نباہنے پر زور دیا اور فرمایا۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی اس طرح بسر کرے کہ گویا وادی غیر ذی زرع میں رہتی ہیں اور اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کرے۔'' (خطبات محمود جلد 3 صفحہ 349)

چنانچہ اللہ کے فضل سے اس مقدس جوڑے نے بعینہ اسی طرح زندگی گزاری اور ساری عمر خدمت دین و انسانیت میں منہمک رہے۔ آپ لمبا عرصہ تک بطور صدر لجنہ اماء اللہ ربوہ خدمات بجا لاتی رہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے لجنہ ربوہ کی تربیت بہت فعال رہ کر کی۔ آپ عبادت گزار، مہمان نواز، سلیقہ مند اور خدمت خلق کرنے والی بزرگ خاتون تھیں۔ خلافت سے آپ کو بے پناہ عشق اور محبت تھی۔ آپ نے بچپن سے ہی دینی ماحول اور خلافت کے حصار میں تربیت حاصل کی اور پرورش پائی۔

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہؒ کے خاوند حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی ولادت 13 مارچ 1911ء کو قادیان میں ہوئی اور وفات 10 دسمبر 1997ء کو ہوئی۔ اپنے خاوند کی وفات کے بعد کا عرصہ بہت صبر اور حوصلے کے ساتھ گزارا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹیوں اور تین بیٹوں سے نوازا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آپ کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں، دیگر اولاد کی تفصیل درج ذیل ہے۔

☆ محترمہ سیدہ امتہ الرؤف صاحبہ اہلیہ محترم سید میر مسعود احمد صاحب

☆ محترم صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب مرحوم

☆ محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ اہلیہ محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب

☆ محترم صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے آپ حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ اُمّ ناصر کے ہاں پیدا ہوئیں۔ حضرت اُمّ ناصر کی دیگر اولاد کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔ 1۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ ۔2۔ محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ 3۔ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب 4۔ محترم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب 5۔ محترمہ صاحبزادی امۃ العزیز صاحبہ 6۔ محترم صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب 7۔ محترم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب 8۔ محترم صاحبزادہ مرزا اظہر صاحب 9۔ محترم مرزا رفیق احمد صاحب۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اپنی تمام اولاد سے بہت محبت اور پیار کرتے تھے، لیکن خاص طور پر حضرت ناصرہ بیگم صاحبہ سے بڑی صاحبزادی ہونے کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی لگاؤ تھا۔ آپ کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنا اور ہمہ وقت خبر گیری کرنا آپ کا معمول تھا۔ 1924ء کو حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ جب آپ پہلی مرتبہ کشمیر تشریف لے گئیں، حضرت مرزا ناصر احمد صاحب بھی ساتھ اس سفر میں تھے۔ راستے میں سخت اولے اور بارش ہوگئی۔ بکریوں کے ریوڑ رکھنے کے دو کمروں میں رات گزارنے کا

(باقی صفحہ 7 پر ملاحظہ فرمائیں)

120واں جلسہ سالانہ قادیان 26-27-28 دسمبر 2011 بروز سوموار، منگلوار، بدھوار

احباب جماعت کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 120 ویں جلسہ سالانہ قادیان 2011ء کی ازراہ شفقت منظوری مرحمت فرمادی ہے۔ الحمدللہ علی ذالک۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ جلسہ مورخہ 26-27-28 دسمبر بروز سوموار، منگلوار اور بدھوار منعقد ہوگا۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ اس للٰہی اور بابرکت جلسہ سالانہ میں شرکت کیلئے ابھی سے نیت کرکے تیاری شروع کردیں۔ احباب جماعت بالخصوص زیر تبلیغ افراد کو اس جلسہ میں شرکت کی تحریک کرتے رہیں۔ تا زیادہ سے زیادہ تعداد میں احباب اس جلسہ میں شرکت فرمائیں۔ نیز جلسہ سالانہ کی نمایاں کامیابی اور ہر جہت سے بابرکت ہونے کے لئے دُعائیں جاری رکھیں۔

(ناظر اصلاح وارشاد قادیان)

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

ارشاد نبوی

اَللّٰھُمَّ اِنّی اَنْشُدُکَ عَھْدَکَ وَوَعْدَکَ اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدَ فِی الْاَرْض (بخاری و مسلم)

اے میرے خدا اپنے وعدوں کو پورا کر، اے میرے مالک اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج اس میدان میں ہلاک ہوگئی تو دنیا میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

رمضان المبارک کے دو عظیم الشان نشان

(قسط:اوّل)

الحمد للہ اس وقت رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اپنے فیضان اور برکتوں کے ساتھ ہم پر جلوہ فگن ہے۔ رمضان کا اسلامی ثقافت سے ایک گہرا تعلق ہے۔ ہلال رمضان نظر آتے ہی عالم اسلام میں ایک دینی انقلاب حرکت میں آجاتا ہے اور اسلامی ثقافت کا نمونہ افریقہ سے چین تک محسوس کیا جاسکتا ہے بلکہ لاکھوں مسلم تارکین وطن کی وجہ سے یورپ اور امریکہ میں بھی دینی جوش خروش کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ رمضان المبارک کے روزوں کا اصل مقصد اور منتہا تقویٰ کا حصول ہے اور اس غرض کو حاصل کرنے کیلئے ہماری ایک سعی اور کوشش ہوتی ہے۔ روزہ دار کا بھوکا پیاسہ رہنا، جسمانی لذات سے اپنے آپ کو روکے رکھنا اور اپنے غصہ و غضب کو سہنا نیز اپنے نفس کو قابو میں کرنے کی جدو جہد کرنا یہ تمام امور حصول تقویٰ کی طرف اُسے گامزن کرتے ہیں روزہ جہاں تقویٰ سیکھنے کا ایک ذریعہ ہے وہاں قرب الٰہی کے حاصل کرنے کا بھی ایک ذریعہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے ذکر کے ساتھ ہی یہ بھی بیان فرمایا کہ وَاِذَا سَالَکَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّی قَرِیْبٌ (البقرہ: آیت ۱۸۷)

رمضان المبارک کا دعاؤں کی قبولیت کے ساتھ بھی گہرا تعلق ہے چنانچہ رمضان المبارک کی فرضیت و احکامات کے ساتھ ہی دعاؤں کا ذکر کرنے سے اس طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ اگر اس ماہ میں صدق دل سے دعائیں مانگیں جائیں تو خدا تعالیٰ اُسے قبولیت کا شرف عطا فرماتا ہے۔ آج کے اس اداریہ میں قبولیت دُعا کے دو عظیم الشان نشانات میں سے ایک کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔ ان دونوں آسمانی نشانوں کا رمضان المبارک کے ساتھ خصوصی اور گہرا تعلق ہے۔ ان دونوں نشانوں میں بنیادی بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے مقبولین کی خاطر خود یہ نشانات دکھائے اور اپنے مقبولین کی دعاؤں کو قبولیت کا شرف عطا فرمایا۔ ان میں سے اوّل نشان جنگ بدر کی عظیم الشان فتح کا نشان ہے۔ جس کو خود فرمان الٰہی نے ''یوم الفرقان'' کا نام دیا۔ یعنی حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا دن۔ دوسرا عظیم نشان ۱۸۹۴ء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کیلئے میں رمضان المبارک میں ظاہر ہونے والا کسوف وخسوف کا عظیم نشان ہے۔

پہلا عظیم نشان۔ یوم الفرقان ۱۷/رمضان ۲ھ بروز جمعہ۔

سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبی رحمت ومودت بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ آپؐ جو دین لیکر آئے وہ سراسر رحمت اور محبت کا مذہب ہے۔ آپؐ نے اپنی بعثت کے پہلے دن سے ہی بنی نوع انسان کو پیار، وفا، اخلاص ومحبت، عبادت وریاضات کی تعلیم عطا فرمائی لیکن یہ سچ وحقیقت پر مبنی تعلیمات شیطانی قوتوں اور حق کے مخالفین کو راس نہ آئیں۔ اُنہوں نے دین حق کے مقابل اپنے جھوٹے معبودوں کی سلطنتیں پاش پاش ہوتے دیکھیں اور اس چیز کو محسوس کیا کہ اگر اسلام کی آواز کو بزور بند نہ کیا گیا تو عنقریب ہماری حکومت واقتدار اور رعب فنا ہوجائے گا۔

قریش مکہ نے اسلام کو بزور ختم کرنے کیلئے ہر طرح کے حربے اختیار کئے۔ دامِ درمے سخنے ہر طریق آزمایا گیا مگر آخر ناکام ونامراد ہوئے۔ اب آخری طریق ظلم وبربریت کا باقی رہ گیا تھا۔ قریش نے معصوم اور مظلوم کمزور وبیکس مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنا شروع کردئے اور ہر طرح اُنہیں اسلام کی سچائی سے واپس لانے کی کوششیں کیں۔ تاریخ اسلام میں ان دردناک مظالم کے زندہ ثبوت ہیں۔ خود سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ مبارک کو ذہنی، جسمانی اذیتیں دی جانے لگیں۔ آپ کی تبلیغ، میل ملاپ گفت وشنید پر روکیں لگائی گئیں۔ نعوذ باللہ آپؐ کو شہید کرنے کی سازش کی گئی۔ اور یہ مظالم کا سلسلہ بانی اسلام اور آپؐ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ایک دو سال نہیں بلکہ مسلسل ۱۳ سالوں تک رواں رہا۔ اس پر اللہ جل شانہ نے اپنے محبوب کو مکہ کے مظالم سے نجات دیتے ہوئے مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے مدینہ ہجرت کے ساتھ ہی مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کردی تھیں۔ قریش کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں مدینہ کی طرف گشت لگاتی رہتی تھیں۔ قریش نے مصارف جنگ کے لئے شام جانے والے قافلہ میں حد سے زیادہ سرمایہ لگایا تھا تاکہ اس کے ذریعہ جنگ کے مصارف پورے ہوسکیں۔

۲ھ میں قریش کا جو قافلہ شام تجارت کی غرض سے گیا تھا واپس ابوسفیان کی سرداری میں آرہا تھا۔ اس قافلہ میں بعض روایات کی رو سے 40 یا بعض روایات کی رو سے ۷۰ آدمی تھے۔ اسی اثنا میں مکہ میں یہ غلط خبر پھیلی کہ مسلمان قافلہ کو لوٹنے آرہے ہیں۔ قریش موقع کی تاڑ میں تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے کیلئے پختہ عزم کرلیا اور ایک لشکر جرار تیار کیا اور تقریباً ہر وہ شخص جو لڑنے کے قابل تھا اس جنگ میں شریک ہوا۔

مکہ سے نکلنے سے قبل قریش نے خانہ کعبہ میں جا کر دعا کی کہ ''اے خدا ہم دونوں فریقوں میں سے جو گروہ حق پر قائم ہے اور تیری نظروں میں زیادہ شریف اور زیادہ افضل ہے تو اُس کی نصرت فرما اور دوسرے کو ذلیل ورسوا کر''۔ (خمیس جلد ۱ صفحہ ۴۱۷ بحوالہ سیرت خاتم النبیّن مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد۔ ایم اے صفحہ ۳۵۱)

آنحضرت ﷺ کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو آپؐ قافلہ کی روک تھام کے خیال سے نکلے اور بدر کے پاس پہنچے تو لشکر قریش کا علم ہوا۔ مومنوں میں سے ایک گروہ کی خواہش تھی کہ قافلہ کے ساتھ مقابلہ ہو کیونکہ اس کی تعداد تھوڑی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص تصرف کیا کہ باوجود اس کے کہ مسلمانوں میں سے ایک بڑے حصہ کا میلان قافلہ کی طرف تھا قافلہ تو بچ کر نکل گیا اور لشکر قریش سے ان کا سامنا ہوگیا۔ اس تصرف کو اسلئے کیا گیا کہ مسلمانوں کی ظاہری حالت اور ظاہری اسباب اتنے کمزور تھے کہ اگر مسلمانوں کو جنگ کے تعین کیلئے کہا جاتا تو عین ممکن تھا کہ ایک گروہ مقابلہ کے وقت کو پیچھے ڈالنے کی کوشش کرتا حالانکہ اللہ تعالیٰ قریش کی فوج سے مقابلہ کروانا چاہتا تھا تا ابھی مقابلہ ہو اور فیصلہ ہوجائے۔

قریش مکہ معظّمہ سے باقاعدہ جنگ کی نیت سے نکلے تھے۔ ہزار آدمی کی جمعیت تھی۔ سو سواروں کا رسالہ تھا روسائے قریش سوائے الولہب کے سب کے سب جنگ کیلئے شریک ہوئے تھے۔ عقبہ بن ربیعہ جو قریش کا سب سے معزز رئیس تھا فوج کا سپہ سالار تھا۔ اس کے برعکس مسلمانوں کی تیاری بہت کم تھی۔ شرکاء جنگ کی تعداد روایات میں ۳۱۳ ملتی ہے۔ جنگی سامان کی قلت کا بھی خصوصی ذکر ملتا ہے۔ ان سب کے ہوتے ہوئے آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ پر توکل اور یقین کامل رکھتے ہوئے ۱۲/رمضان المبارک بروز اتوار مدینہ سے انصار ومہاجرین کی ایک جمعیت کے ساتھ اللہ کا نام لیتے ہوئے روانہ ہوئے۔

۱۷/رمضان ۲ھ اور جمعہ کے دن بمطابق عیسوی حساب ۱۴ مارچ ۶۲۳ء مسلمانوں اور قریش کے درمیان جنگ شروع ہوئی۔ ابتداً عرب کے رواج کے مطابق فرداً فرداً جنگ ہوئی قریش کی طرف سے عتبہ۔ شیبہ اور ولید آئے اور مسلمانوں کی طرف سے عبیدہؓ بن حارث، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ آگے آئے۔ فرداً مقابلہ میں قریش کے تینوں افراد مارے گئے۔ اس پر قریش نے یک بارگی حملہ بول دیا۔ دوسری طرف مسلمان خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی جگہوں پر ٹک کر مشرکین کے تابڑ توڑ حملوں کو روک رہے تھے۔ ادھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی صفیں درست کرکے واپس آتے ہی اپنے پروردگار سے نصرت ومدد کا وعدہ پورا کرنے کی دعا مانگنے لگے۔ آپؐ کی دعا یہ تھی:۔

''اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا فرما۔ اے اللہ میں تجھ سے تیرے عہد اور تیرے وعدے کا سوال کررہا ہوں''

پھر جب گھماسان کی لڑائی ہوئی تو آپؐ نے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنْ تَھْلِکْ ھَذِہِ الْعِصَابَۃُ الْیَوْمَ لاَ تُعْبَدُ۔

اے اللہ! اگر آج یہ گروہ ہلاک ہوگیا تو تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی تضرعات سے بھری دعاوں کو قبول فرمایا اور آپؐ کے بارے وحی بھیجی کہ:۔

اِنّی مَعَکُم (سورۃ الانفال آیت نمبر ۱۳) اور تائید ونصرت کا یقین دلاتے ہوئے فرمایا کہ اَنّیْ مُمِدُّ کُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ (الانفال آیت:۱۰) میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد فرماؤں گا جو آگے پیچھے آئیں گے۔

الٰہی مدد اور تائید ونصرت کے نتیجہ میں آپؐ نے اعلان فرمایا کہ سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرا (القمر:۴۶) عنقریب یہ جتھہ شکست کھا جائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گا۔

اس کے بعد آپ نے ایک مٹھی کنکریلی مٹی لی اور قریش کی طرف رُخ کرکے فرمایا، شَاھَتِ الْوجوہ۔ چہرے بگڑ جائیں۔ اس کی بابت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہ رَمی۔ (سورۃ انفال آیت:۱۸)

(باقی صفحہ 6 پر ملاحظہ فرمائیں)

خطبہ جمعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف چودھویں صدی کے مجدد نہیں بلکہ مسیح و مہدی بھی ہیں۔ آپؑ کا اعزاز صرف ایک صدی کا مجدد ہونے کا نہیں بلکہ آخری ہزار سال کا مجدد ہونے کا ہے۔

آپؑ کے ذریعہ سے حدیث کے مطابق خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہوگی۔ تو خلافت ہی اُس کام کو آگے چلائے گی جو تجدیدِ دین کا کام ہے۔

ہر خلیفہ اپنے وقت میں مجدد ہی ہوتا ہے کیونکہ وہ اُسی کام کو آگے بڑھا رہا ہوتا ہے جو نبی کا کام ہے، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کام ہے۔

چاہے وہ مجدد ہونے کا اعلان کرے یا نہ کرے۔

اگر کبھی دو صدیوں کے سنگم پر اللہ تعالیٰ چاہے تو ایسے مجدد کا مقام کسی بھی خلیفہ کو دے سکتا ہے جو اُس وقت کا خلیفہ ہوگا، وہ اُس سے اعلان کروا سکتا ہے۔

مجددین ایک وقت میں کئی کئی ہو گئے، بلکہ ہزاروں بھی ہو سکتے ہیں۔ جبکہ خلیفہ ایک وقت میں ایک ہی ہوگا۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 10/جون 2011ء بمطابق 10/احسان 1390 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

27 مئی کے خطبے میں مَیں نے قرآنِ کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے حوالے سے جماعت میں خلافت کے جاری نظام کی بات کی تھی۔ اس سلسلے میں اُس وقت میں مجددین کے حوالے سے بھی کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن چونکہ مضمون تھوڑی سی تفصیل چاہتا تھا اس لئے بھی اور کچھ مَیں مزید حوالے دیکھنا چاہتا تھا، اس لئے میں نے اُس دن بیان نہیں کیا، اِس بارے میں آج کچھ بیان کروں گا۔ کچھ عرصہ ہوا وقفِ نو کلاس میں ایک بچے نے سوال کیا کہ کیا آئندہ مجدد آ سکتے ہیں؟ اس سے مجھے خیال آیا کہ یہ سوال یا تو بعض گھروں میں پیدا ہوتا ہے کیونکہ بچوں کے ذہنوں میں اس طرح سوال نہیں اُٹھ سکتے۔ یا بعض وہ لوگ جو جماعت کے بچوں اور نوجوانوں میں بے چینی پیدا کرنا چاہتے ہیں سوال پیدا کرواتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق آپؐ نے ہر صدی کے سر پر مجدد آنے کا فرمایا، اور جماعت میں مختلف وقتوں میں یہ سوال اُٹھتے رہے ہیں، جماعت کے مخلصین میں نہیں، بلکہ ایسے لوگ جو جماعت میں رخنہ ڈالنے والے ہوں اُن لوگوں کی طرف سے یہ سوال اُٹھائے جاتے رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس بارے میں مختلف موقعوں پر وضاحت فرمائی ہے۔ پھر خلافتِ ثالثہ میں یہ سوال بڑے زور وشور سے اُٹھایا گیا، اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مختلف موقعوں پر اور خطبات میں اس پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے۔ پھر خلافتِ رابعہ میں بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سے بھی یہ سوال کیا گیا۔ بہرحال یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کو وقتاً فوقتاً اُٹھایا جاتا ہے یا ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے، یا پیدا ہوتا رہا ہے۔ اور منافق طبع لوگ جو ہیں اُن کی یہ نیت رہی ہے کہ کسی طرح جماعت میں بے چینی پیدا کی جائے کہ خلافت اور مجددیت میں کیا فرق ہے؟ اس بارے میں عموماً بڑی ہوشیاری سے علم حاصل کرنے کے بہانے سے بات کی جاتی ہے یا اُس حوالے سے بات کی جاتی ہے۔ لیکن بعد میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ نیت کچھ اور تھی۔ خاص طور پر خلافتِ ثالثہ میں یہ ثابت ہوا کہ اس کے پیچھے ایک فتنہ تھا۔ لیکن بہرحال اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ وعدہ ہے کہ آپ کے بعد آپ کی جاری خلافت کے لئے بھی وہ زبردست قدرت کا ہاتھ دکھائے گا۔ (ماخوذ از رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 304) اس لئے ایسے فتنے جب بھی اُٹھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ختم کر دیئے کیونکہ جماعت کی اکثریت اُن کا ساتھ دینے والی نہیں تھی۔ گو آج یہ فتنہ اُس طرح تو نہیں ہے جو تکلیف دِہ صورتحال حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے لئے پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی، لیکن بہرحال کیونکہ سوال اِکّا دُکّا اُٹھتے رہتے ہیں اس لئے اس کی تھوڑی سی وضاحت کر دیتا ہوں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ ہر صدی میں تجدیدِ دین کے لئے مجدد کھڑے ہوں گے۔ (سنن أبی داؤد کتاب الملاحم باب ما یذکر فی قرن المئة حدیث 4291) اور وہاں جو الفاظ ہیں اُس میں صرف واحد کا صیغہ نہیں ہے بلکہ اُس کے معنی جمع کے بھی ہو سکتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اپنے دعوے کی صداقت کے طور پر بھی پیش فرمایا ہے۔ اس وقت مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ حوالے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس بارہ میں آپ کے ارشادات اور تحریرات تو بے شمار ہیں جن کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے، تاہم چند حوالے جیسا کہ میں نے کہا کہ مَیں پیش کرتا ہوں۔ اگر اِن کو غور سے دیکھا جائے تو آئندہ آنے والے مجددین کے بارہ میں بھی بات واضح ہو جاتی ہے۔ آپ علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’خدا نے اسلام کے ساتھ ایسا نہ کیا اور چونکہ وہ چاہتا تھا کہ یہ باغ ہمیشہ سرسبز رہے اس لئے اُس نے ہر یک صدی پر اس باغ کی نئے سرے آبپاشی کی اور اس کو خشک ہونے سے بچایا۔ اگرچہ ہر صدی کے سر پر جب کبھی کوئی بندۂ خدا اصلاح کیلئے قائم ہوا جاہل لوگ اُس کا مقابلہ کرتے رہے اور اُن کو سخت ناگوار گزرا کہ کسی ایسی غلطی کی اصلاح ہو جو اُن کی رسم اور عادت میں داخل ہو چکی ہے‘‘۔ یہ شور مچانے والے پہلے شور بھی مچاتے ہیں پھر مخالفت بھی کرتے ہیں تو بہرحال فرماتے ہیں ’’لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی سنت کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ آخری زمانہ میں جو ہدایت اور ضلالت کا آخری جنگ ہے خدا نے چودھویں صدی اور اَلفِ آخر کے سر پر مسلمانوں کو غفلت میں پا کر پھر اپنے عہد کو یاد کیا۔ اور دین اسلام کی تجدید فرمائی۔ مگر دوسرے دینوں کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ تجدید کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ سب مذہب مر گئے۔ ان میں روحانیت باقی نہ رہی اور بہت سی غلطیاں اُن میں ایسی جم گئیں کہ جیسے بہت مستعمل کپڑہ پر جو کبھی دھویا نہ جائے میل جم جاتی ہے۔ اور ایسے انسانوں نے جن کو روحانیت سے کچھ بہرہ نہ تھا اور جن کے نفسِ امّارہ سفلی زندگی کی آلائشوں سے پاک نہ تھے اپنی نفسانی خواہشوں کے مطابق ان مذاہب کے اندر بے جا دخل دے کر ایسی صورت اُن کی بگاڑ دی کہ اب وہ کچھ اور ہی چیز ہیں‘‘۔ (لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 203-204)

تو آپ واضح یہ فرما رہے ہیں کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے اُس روشنی کو قائم کرنے کے لئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے مختلف موقعوں پر مختلف اولیاء اور مجددین پیدا کئے جو اپنے اپنے دائرے میں دین کی

روشنی کو پھیلاتے رہے، کیونکہ اس دین کو اللہ تعالیٰ قائم رکھنا چاہتا تھا جبکہ باقی دینوں کے ساتھ ایسی کوئی ضمانت نہیں تھی اور اسی لئے اُن میں ایسی آلائشیں شامل ہوگئیں جن سے وہ دین بگڑ گئے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

’’تمام زمانے کا یہ حال ہو رہا ہے کہ ہر جگہ اصلاح کی ضرورت ہے اسی واسطے خدا تعالیٰ نے اس زمانے میں وہ مجدد بھیجا ہے جس کا نام مسیح موعود رکھا گیا ہے اور جس کا انتظار مدت سے ہو رہا تھا اور تمام نبیوں نے اس کے متعلق پیشگوئیاں کی تھیں اور اس سے پہلے زمانے کے بزرگ خواہش رکھتے تھے کہ وہ اُس کے وقت کو پائیں‘‘۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 82 ۔ایڈیشن 2003ء)

اب یہاں جو مجدد جس کے لئے آپؑ فرما رہے ہیں وہ وہ مجدد ہے جو مسیح موعود ہے جس کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ کوئی ایسا مجدد نہیں جس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہو کہ اُس کا انتظار ہے سوائے مسیح موعود کے۔ جس کی پرانے نبیوں نے بھی خبر دی اور پیش خبری فرمائی، کیونکہ اس کا زمانہ وہ آخری زمانہ ہے جس میں دین کی اشاعت ہونی ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام دنیا میں پھیلنا ہے، پیغام دنیا میں پھیلنا ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں:

’’جب خدا تعالیٰ نے زمانہ کی موجودہ حالت کو دیکھ کر اور زمین کو طرح طرح کے فسق اور معصیت اور گمراہی سے بھرا ہوا پا کر مجھے تبلیغِ حق اور اصلاح کے لئے مامور فرمایا‘‘۔ اب یہاں الفاظ پر غور کریں کہ تبلیغِ حق اور اصلاح کے لئے مامور فرمایا۔’’ اور یہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ......اس دنیا کے لوگ تیرھویں صدی ہجری کو ختم کر کے چودھویں صدی کے سر پر پہنچ گئے تھے۔ تب مَیں نے اُس حکم کی پابندی سے عام لوگوں میں بذریعہ تحریری اشتہارات اور تقریروں کے یہ ندا کرنی شروع کی کہ اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدیدِ دین کے لئے آنے والا تھا وہ مَیں ہی ہوں تا وہ ایمان جو زمین پر سے اُٹھ گیا ہے اُس کو دوبارہ قائم کروں‘‘۔

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 3)

یہ مجدد کا کام ہے، تبلیغِ حق اور اصلاح اِس کا پہلے ذکر فرمایا۔ ایمان جو اُٹھ گیا تھا اُس کو دوبارہ قائم کرنا۔ اور اس ایمان اُٹھنے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی تھی کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا گیا تو ایک رجلِ فارس پیدا ہوگا جو اُس کو زمین پر لے کر آئے گا۔ پھر آپ فرماتے ہیں:

’’اور خدا سے قوت پا کر اُسی کے ہاتھ کی کشش سے دنیا کی اصلاح اور تقویٰ اور راست بازی کی طرف کھینچوں‘‘، دنیا کو اصلاح اور تقویٰ اور راست بازی کی طرف کھینچوں’’ اور اُن کی اعتقادی اور عملی غلطیوں کو دور کروں اور پھر جب اس پر چند سال گزرے تو بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس اُمت کے لئے ابتدا سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانے میں براہِ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اُس آسمانی مائدہ کو نئے سرے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیرِ الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی وہ مَیں ہی ہوں‘‘۔ (تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 4-3)

پس آپ کا یہ جو مقام ہے صرف مجددیت کا نہیں ہے بلکہ مہدویت اور مسیحیت کا مقام بھی ہے اور اس کی وجہ سے نبوت کا مقام بھی ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ:’’ اس میں کس کو کلام ہو سکتا ہے کہ مہدی کا زمانہ تجدید کا زمانہ ہے اور خسوف کسوف اُس کی تائید کے لئے ایک نشان ہے۔ سو وہ نشان اب ظاہر ہو گیا جس کو قبول کرنا ہو قبول کرے‘‘۔ (حجۃ اللہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 160)

اور یہ خسوف وکسوف کا نشان، چاند گرہن اور سورج گرہن کا نشان جس کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سے کہ زمین و آسمان بنے ہیں یہ نشان کسی کے لئے ظاہر نہیں ہوا۔

(سنن الدارقطنی جزو دوم صفحہ 51 کتاب العیدین باب صفة صلاة الخسوف والکسوف وھیئتھما حدیث نمبر 1778 دارالکتب العلمیة بیروت 2003ء)

یہ صرف ہمارے مہدی کا نشان ہے اُس مہدی کا جس کا مقام بہت بلند ہے، صرف مجددیت کا مقام نہیں ہے بلکہ بہت بلند مقام ہے۔ اس بات کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف چودھویں صدی کے مجدد نہیں بلکہ مسیح ومہدی بھی ہیں۔ باوجود اس کے کہ آپ کو تجدیدِ دین کے کام کے لئے بھیجا گیا ہے اور ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے لیکن مقام آپ کا بہت بلند ہے اور مجددیت سے بہت بالا مقام ہے۔ گو آپ نے یہ فرمایا کہ چودھویں صدی کا مجدد مَیں ہوں لیکن جیسا کہ میں نے کہا اس مقام کی وجہ سے آپ کو نبوت کا درجہ بھی ملا۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

’’جاننا چاہئے کہ اگرچہ عام طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ حدیث صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ خدائے تعالیٰ اس امت کی اصلاح کے لئے ہر ایک صدی پر ایسا مجدد مبعوث کرتا رہے گا جو اُس کے دین کو نیا کرے گا۔ لیکن چودھویں (صدی) کے لئے یعنی اس بشارت کے بارہ میں جو ایک عظیم الشان مہدی چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگا، اس قدر اشاراتِ نبویہ پائے جاتے ہیں جو اِن سے کوئی طالب منکر نہیں ہو سکتا‘‘۔

(نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 378)

پھر فرمایا:’’ خدا نے اس رسول کو یعنی کامل مجدد کو اس لئے بھیجا ہے کہ تا خدا اس زمانے میں یہ ثابت کر کے دکھلا دے کہ اسلام کے مقابل پر سب دین اور تمام تعلیمیں ہیچ ہیں‘‘۔ (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 266)

پس ایک تو آپ کا یہ مقام ہے کہ آپ عظیم الشان مجدد ہیں اور کامل مجدد ہیں۔ آپ علیہ السلام نے ایک دوسری جگہ فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ کی خلافت یا مجددیت تو حضرت عیسیٰ پر آ کر ختم ہوگئی تھی لیکن اسلام کی تعلیم کو تروتازہ رکھنے کے لئے ہر صدی میں مجدد دین کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے تا کہ بدعات جو سو سال کے عرصے میں دین میں داخل ہوئی ہوں یا برائیاں جو شامل ہوئی ہوں، دین کی اصلاح کی ضرورت ہو، اُن کی اصلاح کر سکے۔ جو کمزوریاں پیدا ہوگئی ہیں وہ دور ہوتی رہیں۔ اور اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ اسلام میں اس خوبصورت تعلیم کو جاری رکھنے کے لئے اس کو اصلی حالت میں رکھنے کے لئے مجدد دین آتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعویٰ پیش فرمایا کہ جب پہلے مجدد دین آتے رہے تو اس صدی میں کیوں نہیں؟ اس صدی میں بھی مجدد آنا چاہئے۔ اور فرمایا کہ میرے علاوہ کسی کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں اس زمانے کا مجدد ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعود بھی ہوں اور مسیح موعود کو کیونکہ نبی کا درجہ ملا ہے اس لئے کامل مجدد ہوں۔ اور چودھویں صدی کا مجدد ہونے کی حیثیت سے، مسیح ومہدی ہونے کی حیثیت سے عظیم الشان مجدد تھے جس کی پیشگوئیاں پہلے نبیوں نے بھی کی ہیں۔ یہ بات اپنی صداقت کے طور پر آپ اُن مخالفین کو فرما رہے ہیں جو کہتے تھے کہ آپ کا دعویٰ غلط ہے۔ پس یہ آپ کی شان ہے اور اس حوالے سے ہمیں ان سارے حوالوں کو پڑھنا چاہئے۔ اب آپ کی اس شان کو اگر سامنے رکھا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خلافت کے قیام کے بارے میں حدیث پیش کی جاتی ہے اُس کو سامنے رکھا جائے تو آئندہ آنے والے مجدد دین کا معاملہ حل ہو جاتا ہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اور واضح ارشاد ہے۔ آپ نے لیکچر سیالکوٹ میں ایک جگہ فرمایا کہ’’ یہ امام جو خدا کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجددِ صدی بھی ہے اور مجددِ اَلفِ آخر بھی۔‘‘

(لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 208)

اَلْفِ آخر کا مطلب ہے کہ آخری ہزار سال۔ اس کی وضاحت آپ نے یہ فرمائی کہ ہمارے آدم کا زمانہ سات ہزار سال ہے اور ہم اس وقت آخری ہزار سال سے گزر رہے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے کے ایک ہزار سال کو اندھیرا سال فرمایا تھا، اندھیرا زمانہ ہوگا اور پھر مسیح ومہدی کا ظہور ہوگا چودھویں صدی میں، اور پھر مسیح ومہدی کے ظہور کے ساتھ اسلام کی نشأۃ ثانیہ ہوگی۔ اُس اندھیرے ایک ہزار سال میں کئی مجدد دین پیدا ہوتے رہے۔ مختلف علاقوں میں مجدد دین پیدا ہوتے رہے۔ لیکن اُن کی حیثیت چھوٹے چھوٹے لیمپوں کی تھی جو اپنے علاقے کو روشن کرتے رہے، اپنے وقت اور صدی تک محدود رہے، بلکہ ایک ایک وقت میں کئی کئی آتے رہے۔ لیکن یہ اعزاز اس عظیم الشان مجدد کو ہی حاصل ہوا کہ اُس کو آخری ہزار سال کا مجدد کہا گیا۔ آپ کا اعزاز صرف ایک صدی کا مجدد ہونے کا نہیں بلکہ آخری ہزار سال کا مجدد ہونے کا ہے، کیونکہ دنیا کی زندگی کا یہ آخری ہزار سال تھا۔ تو آپ نے ایک جگہ پر فرمایا کہ’’ چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لئے یہ ضرور تھا کہ امامِ آخر الزمان اس کے سر پر پیدا ہو اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اُس کے لئے بطور ظل کے ہو۔‘‘

(لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 208)

اُس کے زیرِ نگین ہوگا، اُس کے تابع ہوگا۔ پس اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق صدی میں مجدد آ سکتے ہیں آتے رہے ہیں اور آئندہ بھی آ سکتے ہیں لیکن آپ کے ظل کے طور پر۔ اور جس ظل کی آپ نے بڑے واضح طور پر نشاندہی فرمائی ہے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا نبوت قائم رہے گی، پھر جب وہ چاہے گا اُس کو اُٹھا لے گا اور پھر جب تک اللہ چاہے گا خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم رہے گی۔ پھر وہ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اُٹھا لے گا۔ پھر ایذا رساں بادشاہت جب تک اللہ چاہے گا قائم ہوگی۔ پھر جب وہ چاہے گا اُس کو اُٹھا لے گا۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہوگی، جب تک اللہ چاہے وہ رہے گی۔ پھر جب وہ چاہے گا اُس کو اُٹھا لے گا۔ اُس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہوگی، پھر آپ خاموش ہو گئے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد نمبر 6 مسند النعمان بن بشیر صفحہ 285 حدیث نمبر 18596 عالم الکتب بیروت 1998)

پس خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہو جائے گی تو یہی حقیقت میں تجدیدِ دین کا کام کرنے والی ہوگی۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ ہیں کہ’’ مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور مَیں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں، اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے‘‘

(الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306)

اور دوسری قدرت کی مثال آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُنہیں کھڑا کر کے اللہ تعالیٰ نے دوسری قدرت کا نمونہ دکھایا۔ پس آپ جو آخری ہزار سال کے مجدد ہیں آپ کے ذریعہ سے حدیث کے مطابق خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہوگی۔ تو خلافت ہی اُس کام کو آگے چلائے گی جو تجدیدِ دین کا کام ہے، جو مجدد کا کام ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تربیت، اصلاح، تبلیغ کے کام جو ہیں

خلافت کے ذریعہ سے ہو رہے ہیں اور گزشتہ ایک سو تین سال سے ہم دیکھ رہے ہیں۔ پس عین ممکن ہے کہ آئندہ صدیوں میں بھی اس حدیث کے مطابق بھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فرمایا ہے کوئی مجدد ہونے کا اعلان کرے لیکن اس کی شرط یہی ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابع ہو۔ اور اُس دوسری قدرت کا مظہر ہو جس کا اعلان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ پس اگر کبھی دو صدیوں کے سنگم پر اللہ تعالیٰ چاہے تو ایسے مجدد کا مقام کسی بھی خلیفہ کو دے سکتا ہے۔ جو اُس وقت کا خلیفہ ہوگا، وہ اُس سے اعلان کروا سکتا ہے۔ کیونکہ ایسے مجدد ین بھی اُمت میں پیدا ہوتے رہے ہیں جن کی وفات کے بعد پھر لوگوں نے کہا کہ مجدد تھے۔ سو ضروری نہیں کہ مجدد کا اعلان بھی ہو۔ لیکن اگر اللہ چاہے تو مجدد کا اعلان اُس خلیفہ سے کروا سکتا ہے کہ مَیں مجدد ہوں۔ لیکن یہ بھی واضح ہو کہ ہر خلیفہ اپنے وقت میں مجدد ہی ہوتا ہے کیونکہ وہ اُسی کام کو آگے بڑھا رہا ہے جو نبی کا کام ہے، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کام ہے۔ چاہے وہ مجدد ہونے کا اعلان کرے یا نہ کرے کیونکہ مجدد ہونے کے اعلان سے یا مجدد ہونے سے خلافت کا مقام نہیں بٹتا۔ بلکہ خلافت کا مقام پہلے ہے جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ہر خلیفہ مجدد ہوتا ہے۔ مجدد کا مطلب ہے کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے بدعات کا خاتمہ کرنے والا، اصل تعلیم کو جاری رکھنے والا، اصلاح کی کوشش کرنے والا، تبلیغِ اسلام کے لئے منصوبہ بندی کرتے ہوئے اُس کو آگے پھیلانے والا۔ پس یہ کام تو خلافتِ احمدیہ کے تحت ہو ہی رہا ہے۔ بلکہ یہ کام تو خلافت کے نظام کے تحت مستقل مبلغین کے علاوہ بہت سے احمدی بھی اپنے دائرے میں کر رہے ہیں۔ گویا تجدیدِ دین کے یہ چھوٹے چھوٹے دیے یا lamp تو ہر جگہ جل رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں تو تجدیدِ دین کے لئے ایک ایک وقت میں سینکڑوں نبی اور مجدد گزرے ہیں، وہی نبی جو تھے وہ خلیفہ بھی کہلاتے تھے اور مجدد بھی کہلاتے تھے۔

(ماخوذ از تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 123)

اسلام میں ہزاروں کیوں نہیں ہو سکتے؟ الفاظ میرے ہیں، مفہوم کم و بیش یہی ہے۔ اور یہ جو سوال اُٹھتا ہے کہ ہر صدی کے مجدد تھے، اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے بارہ صدیوں کے بارہ مجدد گزرے ہیں اور چودھویں صدی کے تیرھویں مجدد آپ ہیں۔ تو تاریخِ اسلام سے تو یہ ثابت ہے کہ ہر علاقے میں مجدد ین پیدا ہوئے ہیں یہ صرف بارہ کا سوال نہیں ہے بلکہ ایک ایک وقت میں کئی کئی مجدد ین پیدا ہوئے ہیں۔ دین کی اصلاح کے لئے جہاں جہاں ضرورت پڑتی رہی اللہ تعالیٰ لوگوں کو کھڑا کرتا رہا۔ لیکن پھر سوال یہاں یہ ہے کہ جماعتِ احمدیہ کے لٹریچر میں بھی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی لکھا ہے کہ ہم بارہ مجدد ین کیوں گنتے ہیں؟ عربوں میں تو اکثریت ایسی ہے جو اس بات کو نہیں مانتی کہ یہ بارہ مجدد تھے، خاص طور پر اس ترتیب سے جس سے ہم ہندوستانی مجدد ین گنتے ہیں۔ اکثریت مسلمانوں کی یہ تو مانتے ہی نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا ایک بہت اچھا جواب دیا ہے۔ آپ ایک جگہ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ ہندوستانی بارہ مجدد ین کے نام پیش کرتے ہیں کہ شاید یہ تمام دنیا کے لئے تھے حالانکہ یہ غلط ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’مجدد ین کے متعلق لوگوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ ایک ہی مجدد ساری دنیا کی طرف مبعوث ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر ملک اور ہر علاقے میں اللہ تعالیٰ مجدد پیدا کیا کرتا ہے مگر لوگ قومی یا ملکی لحاظ سے اپنی قوم اور اپنے ملک کے مجدد کو ہی ساری دنیا کا مجدد سمجھ لیتے ہیں، حالانکہ جب اسلام ساری دنیا کے لئے ہے تو ضروری ہے کہ دنیا کے مختلف علاقوں اور مختلف ملکوں میں مختلف مجدد ین کھڑے ہوں۔ حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ بھی بے شک مجدد تھے مگر وہ ساری دنیا کے لئے نہیں تھے بلکہ صرف ہندوستان کے مجدد تھے۔ اگر کہا جائے کہ وہ ساری دنیا کے مجدد تھے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے عرب کو کیا ہدایت دی۔ انہوں نے مصر کو کیا ہدایت دی۔ انہوں نے ایران کو کیا ہدایت دی۔ انہوں نے افغانستان کو کیا ہدایت دی۔ ان ملکوں کی ہدایت کے لئے انہوں نے کوئی کام نہیں کیا لیکن اگر ان ممالک کی تاریخ دیکھی جائے تو اِن میں بھی ایسے لوگ نظر آتے ہیں جو صاحبِ وحی اور صاحبِ الہام تھے اور جنہوں نے اپنے ملک کی رہنمائی کا فرض سرانجام دیا۔ پس وہ بھی اپنی اپنی جگہ مجدد تھے۔‘‘ وہ لوگ چاہے انہوں نے اعلان کیا یا نہیں، کسی نے اُن کے بارے میں کہا یا نہیں، جنہوں نے بھی دین کی رہنمائی کا فرض ادا کیا، اصلاح کا فرض ادا کیا وہ اپنی اپنی جگہ مجدد تھے۔ ’’اور یہ بھی اپنی جگہ مجدد تھے‘‘ یعنی ہندوستان والے۔ ’’فرق صرف یہ ہے کہ کوئی بڑا مجدد ہوتا ہے اور کوئی چھوٹا۔ ہندوستان میں آنے والے مجدد ین کی اہمیت اس لئے ہے کہ وہ اُس ملک میں آئے جہاں مسیح موعود نے آنا تھا اور اس طرح اُن کا وجود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بطورِ ارہاص تھا‘‘۔ آپ سے پہلے آنے والے تھے، بتانے والے تھے کہ مسیح موعود آنے والا ہے۔ چودھویں صدی کا مجدد آنے والا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ’’ورنہ ہمارا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ صرف یہی مجدد ہیں باقی دنیا مجدد ین سے خالی رہی ہے۔ ہر شخص جو الہام کے ساتھ تجدیدِ دین کا کام کرتا ہے وہ روحانی مجدد ہے۔ ہر شخص جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے تجدید کا کوئی کام کرتا ہے وہ مجدد ہے چاہے وہ روحانی مجدد نہ ہو۔ جیسے میں نے کئی دفعہ مثال دی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ فرمایا کہ اورنگزیب‘‘ (جو بادشاہ تھا وہ) ’’بھی مجدد تھا۔ حالانکہ اورنگزیب کو خود الہام کا دعویٰ نہیں تھا‘‘۔

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 199)

پس یہ حقیقت ہے مجدد ین کی کہ ایک ایک وقت میں کئی کئی ہو گئے، بلکہ ہزاروں بھی ہو سکتے ہیں۔ جبکہ خلیفہ ایک وقت میں ایک ہی ہوگا۔ اب حیثیت اُس کی بڑی ہے جو ایک وقت میں ایک ہو یا وہ جو ایک وقت میں کئی کئی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خلافت کو مقام دیا ہے کہ وہ علیٰ منہاجِ نبوت ہوگی۔ مجددیت کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اور جو حدیث ہے مجدد کے بھیجے جانے کے متعلق اُس کے الفاظ یہ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایسا مجدد بھیجے گا جو اُس اُمت کے دین کی تجدید کرے گا۔

(سنن اَبی داؤد کتاب الملاحم باب ما یذکر فی قرن المئۃ حدیث 4291)

اب یہاں ترجمے میں تو انہوں نے واحد کا صیغہ استعمال کیا ہے لیکن یہاں کئی لوگ بھی ہو سکتے ہیں، کیونکہ عربی دان کہتے ہیں مَنْ یُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا میں مَنْ جو ہے اس میں جمع کا صیغہ بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ تو جو اُمت کے دین کی تجدید کرے گا یعنی اُمت میں جو بگاڑ پیدا ہو گیا ہوگا اُس کی اصلاح کرے گا اور دین کی رغبت اور اُس کے لئے قربانی کو بڑھائے گا۔ اب ہر صدی کے سر پر مجدد کہا ہے، یا ہر صدی میں مجدد کہا ہے، یا مجدد ین کا کہا ہے تو اس کو اگر خلافت علیٰ منہاجِ نبوت والی حدیث سے ملا کر پڑھیں تو اُس میں پہلے نبوت، پھر خلافت علیٰ منہاجِ نبوت کا بیان فرمایا۔ پھر اس نعمت کے اُٹھ جانے کے بعد بادشاہت کا، ایذا رسان بادشاہت ہے۔ اب جب تک خلافت علیٰ منہاجِ نبوت تھی پھر اُس کے بعد صحابہ بھی زندہ رہے، بلکہ تابعین بھی رہے، تبع تابعین بھی زندہ رہے، ایک صدی گزر گئی، دین میں اتنا بگاڑ پیدا نہیں ہوا تھا۔ اُس وقت تک مجدد کے لئے نہیں کہا۔ صدی گزرنے کے بعد فرمایا کہ مجدد پیدا ہوگا۔ کیونکہ مجدد ین کی پہلی صدی میں ضرورت نہیں تھی۔ مجدد آنے کی پیشگوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو سال گزرنے کے بعد کی فرمائی ہے۔ گویا یہ ایک لحاظ سے خلافت کے ختم ہونے کی پیشگوئی بھی تھی اور بدعات کے اسلام میں داخل ہونے کی پیشگوئی بھی تھی کہ زیادہ کثرت سے بدعات داخل ہو جائیں گی۔ مختلف فرقے بن جائیں گے۔ گو یہ بدعت ایسی چیز تھی جس کی اصلاح کے لئے مجدد ین نے پیدا ہونا تھا اور پھر یہ مجدد ین کا سلسلہ اس اصلاح کے لئے شروع ہوا۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی لکھا ہے تاریخ بھی ثابت کرتی ہے کہ ایک ایک وقت میں کئی کئی مجدد ین ہوئے۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مسیح موعود اور عظیم الشان مجدد اور آخری ہزار سال کے مجدد کے آنے کی خوشخبری دی تو پھر دوبارہ خلافت علیٰ منہاجِ نبوت کی خوشخبری دی۔ پھر آپ نے خاموشی فرمائی۔ پس مجددیت کی ضرورت جس نے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی پا کر اپنے محدود دائرے میں تجدیدِ دین کرنی ہے یا کرنی تھی تو وہ اُس وقت تک تھی جب تک کہ مسیح موعود کا ظہور نہ ہوتا۔ جب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہو گیا جو چودھویں صدی کے مجدد بھی ہیں اور آخری ہزار سال کے مجدد بھی ہیں تو پھر اُس نظام نے چلنا تھا جو خلافت علیٰ منہاجِ نبوت کا نظام ہے۔ اور جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ وہ زبردست قدرت ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی طرف مختلف روحوں کی رہنمائی بھی فرماتا رہتا ہے۔ اُن لوگوں کو جن کا جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ مختلف مذہبوں سے تعلق رکھنے والے ہیں، رؤیا میں اُن کو خلفاء کو دکھا کر اس بات کی تائید فرماتا ہے کہ اب نظامِ خلافت ہی اصل نظام ہے اور اس کے ساتھ جُڑ کر ہی تجدیدِ دین کا کام سرانجام پانا ہے۔ کیونکہ نہ ہی قرآنِ کریم میں اور نہ ہی حدیث میں کہیں مجددوں کا ذکر ملتا ہے ہاں خلافت کا ذکر ضرور ملتا ہے جس کا گزشتہ جمعہ سے پہلے 27 مئی کے خطبہ میں جیسا کہ مَیں نے کہا مَیں نے آیتِ استخلاف کے حوالے سے ذکر بھی کیا تھا۔

پس مجددیت اب اُس خاتم الخلفاء اور آخری ہزار سال کے مجدد کے ظہور کے بعد اُس کے ظلّ کے طور پر ہو گی اور حقیقی ظلّ جو ہے وہ نظامِ خلافت ہے۔ اور وہی تجدیدِ دین کا کام کر رہی ہے اور کرے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

پس اس بحث میں پڑنے کی بجائے کہ اگلی صدی کا مجدد کب آئے گا اور آئے گا کہ نہیں آئے گا یا آ سکتا ہے یا نہیں آ سکتا ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی پر پختہ یقین پیدا کرتے ہوئے آپ کے مشن کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اپنی اصلاح کی طرف نظر رکھنے کی بھی ضرورت ہے اور اپنی نسلوں کی اصلاح کی طرف نظر رکھنے کی بھی ضرورت ہے۔ اپنے آپ کو بھی بدعات سے بچانے کی ضرورت ہے اور اپنی نسلوں کو بھی بدعات سے بچانے کی ضرورت ہے۔ حقیقی اسلامی تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کرنے کی ضرورت ہے اور اُسے پھیلانے کی ضرورت ہے۔ اس زمانے میں اشاعت کا کام مختلف ذریعوں سے بھی ہو رہا ہے۔ کتابوں کی رسالوں کی صورت میں بھی اور ٹی وی چینل کے ذریعے سے بھی، اور اسی وجہ سے ہمارے اوپر یہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ اس کام کو آگے بڑھائیں۔ اس کام کو بجا لانے کی طرف ہمیں بھرپور توجہ دینی چاہئے۔ اسلام میں جو

NAVNEET JEWELLERS نونیت جیولرز

Manufacturers of All Kinds of Gold and Silver Ornaments

خالص سونے اور چاندی کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

’الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہ‘ کی دیدہ زیب انگوٹھیاں اور لاکٹ وغیرہ احمدی احباب کیلئے خاص

Main Bazar Qadian (Gsp) Punjab (Ph. 01872-220489, (R) 220233

بدعات اور غلط تعلیمات داخل ہوگئی ہیں اُنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُور فرمایا ہے اور خلافتِ احمدیہ اسی کام کو آگے بڑھانے کے لئے کوشاں ہے۔ پس اس طرف ہر احمدی کو بھی پوری طرح توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ابھی کل یا پرسوں کی ڈاک میں مَیں دیکھ رہا تھا کہ ایک عرب نے لکھا کہ مُلاّؤں کے عمل اور مختلف قسم کی بدعات اور غلط تعلیمات اور نظریات سے میرا دل بے چین تھا، اتفاق سے مجھے ایم۔ٹی۔اے کا چینل مل گیا اُس پر اسلام کی حقیقی تعلیمات دیکھیں، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ وفات یافتہ ہیں نہ کہ زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں تو پھر یہ باتیں سُن کر دل کو تسلی ہوئی۔ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ کیونکہ میرا دل پہلے ہی اس بات کو نہیں مانتا تھا کہ کوئی شخص دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر موجود ہو۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ پس مَیں جماعت میں شامل ہوتا ہوں۔

تو یہ چیزیں ہیں جو اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے سے دنیا کو پتہ لگ رہی ہیں۔ سو سال کا عرصہ گزرنے کے بعد کوئی نئے مجدد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اب پورا ایک ہزار سال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی مجدد ہیں جس کا آپ نے خود ذکر فرمایا ہے۔ اور اس کے لئے ہمیں آپ کا بھرپور دست و بازو بننے کی ضرورت ہے تاکہ اصل تعلیم کو دنیا کے سامنے نکھار کر پیش کریں۔ اس زمانے کے امام اور مسیح و مہدی اور مجدد الف آخر کو اللہ تعالیٰ نے یہ سامان مہیا فرما دیئے ہیں۔ ہم نے صرف دنیا کی تربیت کے لئے اُن کو آگے پہنچانا ہے۔ اس لئے ہر وہ شخص جو اس خوبصورت تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کرنے میں کوشاں ہوگا اور پھیلانے کی طرف توجہ دے رہا ہے آپ کا اور آپ کی خلافت کا سلطانِ نصیر بن رہا ہے اور وہ تجدید کا ہی کام کر رہا ہے۔ پس ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہئے کہ اس کام کو ہم آگے بڑھانے والے ہوں اور اسلام کی فتح کے نظارے دیکھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اس وقت ایک افسوسناک اطلاع ہے۔ ابھی جمعہ کے بعد ایک جنازہ ہے جو مَیں پڑھاؤں گا۔ یہ مکرم خیر الدین باروس صاحب آف انڈونیشیا کا ہے۔ یہ 1947ء میں Medan انڈونیشیا میں پیدا ہوئے اور 1971ء میں بیعت کر کے احمدیت میں شامل ہونے کی توفیق پائی۔ 1973ء میں انہوں نے جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ لیا۔ اور فصلِ خاص میں داخل ہوئے۔ پھر اردو زبان سیکھی۔ پھر مسلسل محنت کے ساتھ پڑھائی کرتے ہوئے آپ 1982ء میں جامعہ سے شاہد ڈگری حاصل کر کے کامیاب ہوئے۔ آپ کی پہلی تقرری انڈونیشیا میں بطور مبلغ سلسلہ جون 1982ء میں اپنے آبائی شہر Medan میں ہوئی۔ پھر 83ء میں چار ماہ کے لئے ملائشیا بھجوایا گیا، جہاں انہوں نے کوالا لمپور میں مسجد کی تعمیر کا کام کروایا۔ ملائشیا سے واپسی پر 1993ء میں آپ کو انڈونیشیا کی مختلف جماعتوں میں بطور مبلغ خدمت کی توفیق ملی۔ 1993ء سے 1998ء تک آپ بطور مشنری انچارج فلپائن کام کرتے رہے۔ 98ء سے آپ کی تقرری پاپوانیوگنی میں بطور مبلغ انچارج ہوئی اور اپنی وفات تک آپ وہیں خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ 6؍جون 2011ء کو مختصر علالت کے بعد بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ○

خیر الدین باروس صاحب ایک مخلص، اطاعت شعار اور کامل وفا اور وقف کی روح کے ساتھ خدمتِ دین بجا لانے والے مبلغ سلسلہ تھے۔ تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ ان کے ذریعے سے بہت سی جماعتیں قائم ہوئیں۔ مساجد تعمیر ہوئیں۔ جماعت نے جو بھی کام ان کے سپرد کیا بڑی ذمہ داری اور خوش اسلوبی سے انہوں نے ادا کیا۔ موصی بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی کافی شادیاں تھیں اور اس وقت آپ کی تین بیویاں ہیں اور کُل بچوں کی تعداد چودہ ہے جن میں آٹھ بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب لواحقین کو صبر کی توفیق عطا فرمائے اور باروس صاحب کے درجات بلند کرے۔ اور نیک اور صالح اور خادمِ دین ان کی نسل میں سے بھی پیدا ہوتے رہیں۔

☆......☆......☆

بقیہ: از صفحہ 2

یعنی جب تُو نے پتھر پھینکے تھے تو تُو نے نہیں پھینکے تھے بلکہ اللہ نے پھینکے تھے۔

خوں ریز جنگ کے نتیجہ میں آخر کفارِ مکہ کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ اُن کے بڑے بڑے کمانڈر عقبہ، شیبہ اُمیہ بن خلف، ابوجہل، عقبہ بن ابی معیط، نضر بن حارث وغیرہ جو فوجی زندگی کی روح رواں تھے قتل ہو چکے تھے۔ قریش کی جڑیں کٹ چکی تھیں۔ خدا تعالیٰ نے بھی اس جنگ کو خصوصی اہمیت دی سورۃ انفال تو گویا ساری کی ساری اسی کے بیان میں ہے۔ خدا تعالیٰ کا اس فتح پر جو تبصرہ ہے وہ بھی اپنی شان میں نرالا اور جداگانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مسلمانوں کو ان کی کوتاہیوں اور اخلاقی کمزوریوں کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد فتح میں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور غیبی مدد کا ذکر فرمایا گیا ہے تاکہ مسلمانوں میں کہیں غرور و تکبر نہ آنے پائے۔ پھر اُن بلند اغراض کا ذکر ہے جو جنگوں میں فتح کا سبب بنتی ہیں۔ اسی طرح مالِ غنیمت کے متعلق احکامات قواعد و اصول بتائے گئے ہیں۔

مختصر یہ کہ رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں جنگ بدر کا عظیم الشان نشان ظاہر ہوا جس نے روئے زمین پر حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن تمیز کر دی۔ تاریخ اسلام میں رمضان المبارک میں لڑی گئی اس جنگ کو ایک عظیم مقام حاصل ہے اور بدری صحابہ خاص عزت و مرتبہ کے حامل مانے گئے ہیں۔ انشاء اللہ اگلی قسط میں رمضان المبارک میں ظاہر ہونے والے قبولیت دعا کے ایک اور عظیم الشان نشان کا ذکر کیا جائے گا۔ (جاری)

(شیخ مجاہد احمد شاستری)

آنکھیں موند لیں

اپنے پیارے حضور انور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی والدہ محترمہ کی وفات کے موقع پر

ارشاد عرشی ملک اسلام آباد پاکستان

تھک کے آخر کار جب اُس ماں نے آنکھیں موند لیں — حسرتیں باقی ہیں پر ارماں نے آنکھیں موند لیں
اُس سے ملنے کی تمنا تھی سو دل میں رہ گئی — آج ہر اُمید ہر امکاں نے آنکھیں موند لیں
آٹھ سالوں تک بہت جھیلا عذابِ ہجر کو — آخرش کمزور بے کس جاں نے آنکھیں موند لیں
سر پہ رہتا تھا ترے جس کی دعا کا سائباں — دفعتاً اس سایۂ رحماں نے آنکھیں موند لیں
جس کے قدموں میں تری جنت تھی رُخصت ہوگئی — ہائے اُس آغوش اُس داماں نے آنکھیں موند لیں
ایک نخلستاں کی صورت تھی جو تیرے لئے — بن ملے اُس نعمتِ یزداں نے آنکھیں موند لیں
جو کبھی پوری نہ ہو گی ''تھوڑ'' ایسی ہو گئی — ماں کے دم سے تھا جو، اُس فیضاں نے آنکھیں موند لیں
ہو گیا سُونا ، تری یادوں میں جو آباد تھا — تیرے گہوارے، ترے دالاں نے آنکھیں موند لیں
ماں کے دم سے تھی ترے دل کے شبستاں میں ضیاء — بُجھ گیا سورج ، مہِ تاباں نے آنکھیں موند لیں
یادِ ماضی ہے ، اُداسی ہے ، غمِ تنہائی ہے — دردِ فُرقت بڑھ گیا درماں نے آنکھیں موند لیں
جس کی اُلفت نے کیا سیراب برسوں تک تجھے — اُس محبت کے کھلے باراں نے آنکھیں موند لیں
دور تک سینے کے اندر ہے اداسی کا خلا — پیار کے اک عہد اک پیماں نے آنکھیں موند لیں
کر دیا رنجور ، فُرقت نے دلِ مسرور کو — یوں لگا جیسے سکونِ جاں نے آنکھیں موند لیں
تھا عبادت کی طرح فرمان پر جس کے عمل — دفعتاً اُس صاحبِ فرماں نے آنکھیں موند لیں

اُس کی یادوں کی مہک عرشیؔ شکستہ دل میں ہے
داستاں باقی ہے گو عنواں نے آنکھیں موند لیں

منیجر ہفت روزہ بدر سے رابطہ کیلئے
منیجر بدر سے رابطہ کیلئے احباب کرام اس نمبر کو ڈائل کریں: 09914200702

J.K. Jewellers - Kashmir Jewellers
جے کے جیولرز ۔ کشمیر جیولرز
Mfrs & Suppliers of : Gold and Silver Diamond Jewellery
Shivala Chowk Qadian (India)
Ph. (S) 01872 -224074, (M) 98147-58900,
E-mail: jk_jewellers@yahoo.com
چاندی اور سونے کی انگوٹھیاں خاص احمدی احباب کیلئے

AEM
M/S ALLIA EARTH MOVERS
(EARTH MOVING CONTRACTOR)

Volvo-290, 210, L&T Komatsu PC-300,200.
Tata Hitachi, Ex 200, Ex 70, JCB, Dozer, etc. on Hire basis
Kusambi, Sungra, Salipur, Cuttack - 754221
Tel.: 0671 - 2112266,Mob: 9437078266/ 9437032266/ 9438332026/943738063

شریف جیولرز ربوہ
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
پروپرائیٹر حنیف احمد کامران ۔ حاجی شریف احمد ربوہ
00-92-476214750 فون ریلوے روڈ
00-92-476212515 فون اقصیٰ روڈ ربوہ پاکستان

بقیہ: صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ۔ صفحہ اوّل

انتظام کیا گیا کمروں میں لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلادی گئی اور سب اپنے اپنے کپڑے نچوڑ کر سکھانے لگے۔ حضرت مصلح موعود نے اپنی اس پیاری بیٹی کیلئے اپنا ڈھسا (موٹی اون کی چادر) دیا کہ اوپر لے لو اور فرمایا کہ مجھے اپنے کپڑے اتار دو میں سکھاتا ہوں۔ چنانچہ اس عظیم باپ نے اپنی بیٹی کیلئے خبر گیری کا عظیم نمونہ قائم فرمایا۔ آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ اکثر اسفار میں ساتھ جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ کچھ سفروں کا احوال درج ذیل ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ 19 اپریل 1931ء کو آب و ہوا کی تبدیلی کیلئے منصوری تشریف لے گئے تو حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے 1938ء میں حیدر آباد کا سفر اختیار فرمایا، اس یادگار سفر میں آپ حضور کے ہمراہ تھیں، اس سفر میں حضور انور ایک مشہور قلعہ میں تشریف لے گئے اور وہاں کی شاہی مسجد میں پون گھنٹہ تک حضرت سارہ بیگم صاحبہ اور حضرت ناصرہ بیگم صاحبہ کے ساتھ نماز ادا کی۔ حضرت مصلح موعودؓ 25 جنوری 1940 کو کراچی تشریف لے گئے، اسی سفر کے دوران حضور پرنور ایک شب سمندر کی سیر کیلئے کلفٹن گئے اور سمندر کے کنارے چاند کا دلکش نظارہ دیکھ کر حضور نے ایک نظم لکھی جو کلام محمود میں شامل ہے جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔

یوں اندھیری رات میں اے چاند تو چمکا نہ کر

اس تاریخی اور یادگار سفر میں حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ حضور انور کے ساتھ تھیں۔

حضرت صاحبزادی صاحبہ مرحومہ اور ان کی والدہ کا روزنامہ الفضل پر بھی احسان ہے کہ جب حضرت مصلح موعودؓ نے 1913ء میں الفضل جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت اُمّ ناصرہ صاحبہ نے ابتدائی سرمایہ کے طور پر اپنا اور حضرت ناصرہ بیگم صاحبہ کا زیور پیش کر دیا۔ (الفضل 4 جولائی 1924ء)

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحب کو مضمون نگاری کا بہت شوق تھا۔ خاص طور پر سیرۃ النبی ﷺ کے موضوع پر آپ خوب لکھتی تھیں۔ الفضل میں سیرۃ النبیؐ کے عنوان کے تحت آپ کے مضامین شائع ہوتے رہتے تھے۔ 1931ء میں الفضل کے سیرۃ خاتم النبیینؐ نمبر میں آپ کا مضمون بھی شائع ہوا۔ اس اہم نمبر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے علاوہ دیگر بزرگان نے بھی مضامین لکھے۔

1952 میں سینٹرل کمیٹی لجنہ اماء اللہ کراچی کے تحت درس القرآن کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ سب سے پہلا درس حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ نے دیا اور اپنے چند ماہ کے قیام میں لجنہ کراچی کی خاص تربیت فرمائی۔

محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ اپنی والدہ ماجدہ کے بارے میں فرماتی ہیں۔

امی بہت عرصہ صدر لجنہ اماء اللہ ربوہ رہی ہیں لیکن انہوں نے صنعت و دستکاری کا کام بھی اپنے پاس ہی رکھا ہوا تھا۔ جن خواتین کو نمائش کا کام دیا کرتی تھیں کپڑا اور دھاگہ تول لیا کرتی تھیں۔ کام ہوجانے کے بعد جب کپڑا واپس آتا تو دوبارہ اس کو تولا جاتا یہ منظر اب تک نظروں کے سامنے ہے امی کا ترازو لے کر کپڑا تولنا کہ جماعت کے پیسہ میں کوئی خیانت نہ ہوجائے۔

اپنی والدہ کی نفاست اور سلیقہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ آپ بے حد سلیقہ مند اور نفاست پسند تھیں کپڑوں کو کچھ عرصہ بعد نیا رنگ دے کر نیا کرلیا کرتی تھیں۔ مہینہ میں ایک بار باقاعدہ کپڑوں کی رنگائی ہوا کرتی تھی ایک تو نیا رنگ دینے سے کپڑا نیا لگنے لگتا تھا دوسرے کپڑے رنگنے کا سلیقہ ہوا کرتا تھا پیلے پر نیلا اور نیلے کو جامنی کرنے کا سلیقہ ہوتا تھا۔ گھر میں بچھے قالین پرانے لگتے تھے تو ان پر بھی رنگوں کی پوٹلیاں پھرا کر انکو نیا کرلیا کرتی تھیں۔

اپنے بچپن کو یاد کرتے ہوئے بتایا امی جب بڑوں سے اہم بات کر رہی ہوتی تھیں ہم بچوں کو اکثر نماز پڑھنے کا کہہ کر وہاں سے اٹھادیا کرتی تھیں کئی بار تو خیال آتا تھا ابھی تو نماز پڑھ کر آئے ہیں، امی پھر نماز پڑھنے کو کہہ رہی ہیں جو دراصل بچوں کو بڑوں کی باتوں سے دور رکھنے کا بہانہ ہوا کرتا تھا تاکہ بچوں کے ذہنوں میں کسی کے متعلق کوئی منفی بات نہ بیٹھ جائے کیونکہ کچے ذہنوں میں بات جم جاتی ہے اور شعور کی کمی کی وجہ سے وہ صحیح بات اخذ بھی نہیں کرسکتے۔

ہمارے بچپن میں ہم لوگ مختلف حالات سے گزرے بہت اچھا وقت بھی ہوتا تھا اور بہت سی باتوں پر صبر کرنا بھی سکھایا جاتا تھا لیکن کبھی بھی بچوں میں اس بات کا احساس نہ پیدا ہونے دیا توکل کرنا اور صبر کرنا سکھایا ہم بچے اس بات سے بے نیاز ہوا کرتے تھے کہ فلاں کے پاس یہ چیز ہے ہمارے پاس کیوں نہیں۔ اس بات پر بھی سختی ہوتی تھی کہ کبھی یہ اظہار نہیں کرنا کہ ہمارے پاس یہ نہیں ہے ہر وقت شکر کرنے کا سبق دیا۔

اس میں انا کا روپ نرالا، خودداری کی شان
سر نہ جھکے بندے کے آگے اس کا ہے ایمان

(خلافت جوبلی سووینئر راولپنڈی)

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک پوری صدی کی زندگی عطا فرمائی۔ ہوش سنبھالتے ہی خلافت کو اپنے ارد گرد دیکھا اور اس کے سائے تلے تمام زندگی گزاری۔ حضرت مصلح موعودؓ کی جہاں آپ کو پدرانہ شفقت حاصل رہی وہاں بطور خلیفۃ المسیح آپ نے اپنے والد کی اطاعت کے اعلیٰ معیار قائم فرمائے اور پھر اپنے دو بھائیوں یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے خلیفۃ المسیح بننے کے بعد وہی اطاعت محبت، لگن اور فدائیت جاری رہی جو خلافت کے عاشق کیلئے ضروری ہوتی ہے اور جب آپ کے لخت جگر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کی ردا پہنائی تو بیٹا ہونے کے باوجود خلافت کی اطاعت کے تقاضوں میں ذرہ بھر بھی کمی نہ آئی۔ آپ تاریخ احمدیت کی وہ خوش قسمت خاتون ہیں جن کے باپ، دو بھائی اور بیٹا خلافت کی مسند پر متمکن ہوئے۔

حضرت صاحبزادی صاحبہ مرحومہ کو اللہ تعالیٰ نے غریبوں مسکینوں اور ضرورت مندوں کی خدمت کیلئے بہت شفیق دل عطا فرمایا تھا۔ غریب پرور اور خدمت خلق کے کاموں میں ہمہ وقت مصروف رہتیں۔ بہت دعا گو، سلیقہ شعار اور اپنی اولاد کی دینی تقاضوں کے عین مطابق تربیت کرنے والی تھیں۔

آپ کی نماز جنازہ محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے ناظر اعلیٰ پاکستان نے مورخہ 30 جولائی 2011 بروز ہفتہ بعد نماز عصر پڑھائی۔

نماز جنازہ کیلئے مسجد مبارک کا مسقّف حصہ، بالائی گیلری، صحن، اندرونی گراسی پلاٹس اور بیرونی گراسی پلاٹس میں احباب جماعت کا جم غفیر موجود تھا۔

خدام کے حفاظتی دائرہ میں میت بہشتی مقبرہ ربوہ پہنچی۔ اندرونی چار دیواری میں حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی قبر کے شرقی جانب آپ کی قبر تیار کی گئی۔ قبر کی تیاری کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے دعا کرائی۔ نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کیلئے ربوہ کے علاوہ دور دراز کے علاقوں سے عہدیداران سلسلہ اور احباب جماعت کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔ ربوہ سے نمازِ جنازہ اور تدفین کے کچھ مناظر ایم ٹی اے پر براہ راست نشر کئے گئے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کا حامی و ناصر ہو (آمین)

(بشکریہ: الفضل ربوہ یکم اگست ۲۰۱۱ء)

دُعاؤں بھرا کشکول۔ عطاء المجیب راشد

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہؒ کے سانحہ ارتحال پر

جب خبر رحلت کی آئی تو سبھی کو یوں لگا — فیض کا سیلِ رواں تھا جو اچانک رک گیا
بارشِ انوار کی وہ اک صدی شاہد رہی — قدرتِ ثانی کے سب جلووں کی وہ زندہ گواہ
پیکرِ حسنِ عبادت، منبعٔ لطف و کرم — خوبیاں اس ذات کو بخشیں خدا نے بے بہا
زندگی اس کی دعاؤں کا بھرا کشکول تھا — جاری و ساری رہے گا فیض کا چشمہ سدا
فیض اس ماں کا سدا جاری رہے گا بالیقیں — جس کا بیٹا کشتیٔ اسلام کا ہے ناخدا
تیرے غفراں اور رضا کی ہر گھڑی طالب رہی — اپنی بندی کو خدایا! کر یہ دولت تو عطا
لا جَرم کوئی نہیں جو ہو سکے ماں کا بدل — اے خدا! پرَ ذات ہے تیری سبھی کا آسرا

ہے ہمالہ صبر کا غمگیں ترا مسرور ہے
اس کو اپنی گود لے اور شاد رکھ صبح و مسا

قطعات

جس کا پاکیزہ جگر گوشہ امام وقت ہے
کیسی ہستی تھی وہ خوش قسمت ترین
جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام ان کو ملے
مغفرت کا سایہ بخشے ان کو رب العالمین

(عبدالکریم قدسی، پاکستان)

کتنی خوش نصیب تھی وہ مبارک ماں
کہ جس کا باپ بیٹا اور دو بھائی خلیفہ بنے
خدا نے عطا کی اُسے عمر بھی سو سال
خدا اس پر اپنی رحمتیں بے حساب کرے

(خواجہ عبد المومن اوسلو۔ ناروے)

موردِ فضل و کرم رحمت ہوئیں
صاحبزادی ناصرہ رخصت ہوئیں
حضرت مسرور کی تھیں والدہ
بالیقیں وہ داخل جنت ہوئیں

(مبارک احمد ظفر۔ لندن)

اعتکاف اور لیلۃ القدر
کی برکات اور اس کے مسائل

اعتکاف کے لغوی معنے کسی جگہ میں بند ہو جانے یا ٹھہرے رہنے کے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں اَللَّبْثُ فِیْ الْمَسْجِدِ مَعَ الصَّوْمِ وَنِیَّۃِ الْاِعْتِکَافِ۔ (ھدایہ باب الاعتکاف)

یعنی عبادت کی نیت سے روزہ رکھ کر مسجد میں ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے۔

روزہ کی طرح اعتکاف کا بھی وجود دیگر مذاہب میں ملتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:۔

وَعَھِدْنَا اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَھِّرَابَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعَاکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ'' (سورۃ البقرہ:۱۲۶)

یعنی ہم نے ابراھیم اور اسماعیل کو تاکیدی حکم دیا تھا کہ میرے گھر (خانہ کعبہ) کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کیلئے پاک اور صاف رکھو۔

اِسی طرح حضرت مریم علیھا السلام کے متعلق آتا ہے:۔'' وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ مَرْیَمَ اِذْ انْتَبَذَتْ مِن اَھْلِھَا مَکَانًا شَرْقِیًّا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِھِمْ حِجَابًا

(سورۃ مریم:۱۷تا۱۸)

یعنی حضرت مریمؑ کچھ عرصہ کیلئے اپنے رشتہ داروں کو چھوڑ کر عبادت کی خاطر ایک الگ تھلگ مقام کی طرف چلی گئیں تھیں جہاں انہیں ایک عظیم فرزند کی بشارت ملی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثت سے قبل کے ایّام میں دنیوی اشغال سے فارغ ہو کر غارِ حرا میں یادِ خُداوندی میں مشغول رہنا بھی ایک رنگ کا اعتکاف ہی تھا۔ اعتکاف انسان جب چاہے اور جس دن چاہے بیٹھ سکتا ہے لیکن رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنا مسنون ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:۔ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ

(بخاری صفحہ ۲۷۱ مسلم کتاب الاعتکاف باب اعتکاف العشر الاواخر صفحہ ۱/۴۹۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی وفات تک یہ معمول رہا کہ آپؐ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کی ازواج مطہرات بھی اس سنت کی پیروی کرتی رہیں۔

لیلۃ القدر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر کی تلاش کرنے والوں کو رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپؐ کا ارشاد ہے۔

قِیْلَ لِیْ اَنَّھَا فِی الْعَشْرِ الْاَ وَاخِرِ فَمَنْ اَحَبَّ مِنْکُمْ اَنْ یَعْتَکِفَ فَلْیَعْتَکِفْ فَاُعْتَکَفَ النَّاسُ مَعَہٗ

(مسلم باب فضل لیلۃ القدر صفحہ ۱/۴۹۴)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہے تم میں سے جو شخص اعتکاف بیٹھنا چاہے وہ اس عشرہ میں بیٹھے۔ چنانچہ صحابہؓ آپؐ کے ساتھ اس آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں:۔

''اِعْتَکَفْنَا مَعَ النَّبِیِّ صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْاَ وْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ قَالَ فَخَرَجْنَا صَبِیْحَۃَ عِشْرِیْنَ قَالَ فَخَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسلّم صَبِیْحَۃَ عِشْرِیْنَ فَقَالَ اِنّی رَاَیْتُ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ وَاِنّیْ نُسِیْتُھَا فَالْتَمِسُوْھَا فِی الْعَشْرِ الَاوَاخِرِ فِیْ الْوِتْرِ۔ فَاِنّیْ رَأَیْتُ اَنّی اَسْجُدُ فِیْ مَاءٍ وَطِیْنٍ ......الخ

(بخاری باب الاعتکاف صفحہ ۱/۲۷۲، مسلم فضلِ باب لیلۃ القدر والحث علی طلبھا صفحہ ۱/۴۹۴)

یعنی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف بیٹھے۔ ۲۰ رمضان کی صبح کو ہم اعتکاف سے باہر نکل آئے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں لیلۃ القدر دیکھی لیکن مجھے وہ دن یاد نہیں رہا۔ البتہ اس قدر یاد ہے کہ میں اس رات پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں (یعنی اس رات بارش ہوگی) سو تم آخری عشرہ کی تاک راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔

اعتکاف کیلئے کوئی معیاد مقرر نہیں۔ یہ بیٹھنے والے کی مرضی پر منحصر ہے جتنے دن بیٹھنا چاہے بیٹھے۔

(ہدایہ صفحہ ۱۹۰ فقہ مذاہب اربعہ صفحہ ۱/۹۴۶۔ اُردو)

تاہم مسنون اعتکاف جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے ثابت ہے یہ ہے کہ کم از کم اعتکاف دس دن کا ہو۔ حدیث میں ہے:۔

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ فِیْ کُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَۃَ اَیَّامٍ فَلَمَّا کَانَ الْعَامُ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْہِ اِعْتَکَفَ عِشْرِیْنَ۔

(بخاری باب الاعتکاف فی العشر صفحہ ۱/۲۷۴)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ماہِ رمضان میں دس دن اعتکاف بیٹھا کرتے تھے البتہ جس سال آپؐ کی وفات ہوئی اس سال آپؐ بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

کب شروع کرنا چاھئے

اعتکاف بیس رمضان کی نماز فجر سے شروع کرنا چاہئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں واضح طور پر یہ ذکر ملتا ہے کہ آپؐ دس دن کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور دس دن اسی صورت میں مکمل ہوتے ہیں جبکہ ۲۰/رمضان کی صبح کو اعتکاف بیٹھا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد اپنے معتکف میں قیام پذیر ہو جاتے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ فِیْ کُلِّ رَمَضَانَ فَاِذَا صَلَّی الْغَدَاۃَ حَلَّ مَکَانَہُ الَّذِیِ اعْتَکِفَ فِیْہِ۔

(بخاری باب الاعتکاف فی شوال صفحہ ۱/۲۷۳)

ایک روایت میں ہے کہ:۔

'' اِذَا اَرَادَ اَنْ یَعْتَکِفَ صَلَّی الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَکَفَہٗ۔

(مسلم باب متیٰ یدخل من اراد الاعتکاف ص ۱/۴۹۷)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو نماز فجر ادا کرنے کے بعد اپنے معتکف میں جو اس غرض کے لئے تیار کیا جاتا، چلے جایا کرتے تھے۔ اعتکاف کے لئے موزوں اور مناسب جگہ جامع مسجد ہے جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے۔

''وَاَنْتُمْ عَاکِفُوْنَ فِیْ الْمَسَاجِدِ

(بقرہ:۱۸۸۱)

کیونکہ مساجد ہی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت کے لئے مخصوص ہیں اور احادیث میں مسجد میں ہی اعتکاف بیٹھنے کی تاکید ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

لَا اِعْتِکَافَ اِلَّا فِیْ مَسْجِدٍ جَامِعٍ۔

(ابوداؤد کتاب الاعتکاف باب المعتکف یعود المریض صفحہ ۱/۳۳۵)

گو مجبوری کی بناء پر مسجد کے باہر بھی اعتکاف ہوسکتا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

'' مسجد کے باہر اعتکاف ہوسکتا ہے۔ مگر مسجد والا ثواب نہیں مل سکتا'' (الفضل ۶ مارچ ۱۹۶۲)

عورت بھی مسجد میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہے لیکن گھر میں نماز کیلئے ایک الگ جگہ مخصوص کر کے وہاں اعتکاف بیٹھنا اس کیلئے زیادہ بہتر ہے۔ ہدایہ میں ہے۔

اَمَّا الْمَرْأۃُ تَعْتَکِفُ فِیْ مَسْجِدِ بَیْتِھَا۔ (ھدایہ باب الاعتکاف صفحہ ۱/۱۹۰)

معتکف کے لئے حوائج ضروریہ کے علاوہ کسی اور وجہ سے مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں یہاں تک کہ عام نہانے اور بال کٹوانے کیلئے بھی مسجد سے باہر نہیں آنا چاہئے۔ البتہ ضروری امور مثلاً وضوء، غسل جنابت کیلئے مسجد سے نکلنا جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔

اعتکاف کے دوران اگر عورت کو ماہواری ہو جائے تو وہ اعتکاف ترک کردے۔ اس حالت میں اس کا مسجد میں رہنا درست نہیں ہوگا۔

معتکف ذکر الٰہی اور عبادت میں زیادہ سے زیادہ وقت صَرف کرے۔ فضول باتوں میں وقت ضائع کرنا درست نہیں اور نہ بالکل خاموش رہنا درست ہے کیونکہ اسلام میں ''چپ'' کا روزہ نہیں ہے۔

'' ولا یَتَکَلَّمْ اِلَّا بِخَیْرٍ وَیُکْرَہُ لَہُ الصَّمْتُ لِاَنَّ صَوْمَ الصَّمْتِ لَیْسَ بِقُرْبَۃٍ ''

(ھدایہ باب الاعتکاف صفحہ ۱/۱۹۲)

اعتکاف کی اھمیت

رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَخْرَجَ الْبَیْھَقِی عَنْ عَطَاءِ الْخَرَاسَانِی قَالَ اِنَّ مَثَلَ الْمُعْتَکِفِ مَثْلُ الْمُحْرِمِ اَلْقٰی نَفْسَہٗ بَیْنَ یَدَی الرَّحْمٰنَ فَقَالَ وَاللّٰہُ لَا اَبْرَحُ حَتّٰی تَرْحَمْنِیْ۔

(دُرِّ منثور صفحہ ۲۰۲ جلد اوّل زیر آیت وانتم عاکفون فی المساجد)

یعنی معتکف کلّی طور پر اپنے آپ کو خدا کے حضور میں ڈال دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اے خدا مجھے تیری ہی قسم! میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا یہاں تک کہ تو مُجھ پر رحم فرمائے۔

نیز فرمایا:۔ مَنِ اعْتَکَفَ یَوْمًا اِبْتِغَاءَ وَجْہِ اللّٰہِ جَعَلَ اللّٰہُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَادِقَ اَبْعَدُ مِمَّا بَیْنَ الْخَافِقَیْنِ۔

(درمنثور صفحہ ۲۰۲ جلد اوّل بحوالہ طبرانی اوسط و بیہقی)

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایک دن اعتکاف بیٹھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین ایسی خندقیں بنادے گا جن کے درمیان مشرق و مغرب کے مابین فاصلہ سے بھی زیادہ فاصلہ ہوگا۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الْمُعْتَکِفِ ھُوَ یَعْتَکِفُ عَنِ الذُّنُوْبِ وَیَجْرِیْ لَہٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ کَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ کُلِّھَا۔

(ابن ماجہ کتاب الاعتکاف باب ثواب الاعتکاف صفحہ ۱۲۷)

یعنی ۔ رسُول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کرنے والے کے متعلق فرمایا کہ معتکف اعتکاف کی وجہ سے جملہ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اُسے ان نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اعتکاف سے پہلے بجا لائی تھیں اسی طرح اجر ملتا رہتا ہے جیسا کہ وہ اب بھی انہیں بجالا رہا ہے۔

فتاویٰ

سوال : کیا یہ جائز ہے کہ جامع مسجد کے سوا کسی قریبی مسجد میں اعتکاف بیٹھا جائے؟

جواب: صحتِ اعتکاف کے لئے ضروری شرط ایسی مسجد ہے جس میں باجماعت نماز ہوتی ہے۔

ابوداؤد کی حدیث ہے کہ:۔

لَا اِعْتِکَافَ اِلَّا فِیْ مَسْجِدٍ جَامِعٍ۔ (ابوداؤد باب المعتکف یعود المریض صفحہ ۱/۳۳۵)

یعنی اعتکاف ایسی مسجد میں ہوسکتا ہے جس میں باجماعت نماز ہوتی ہو۔ قریباً سارے ائمہ اس رائے پر متفق ہیں (نیل الاوطار صفحہ ۴/۲۶۸)

سوال : کیا ایسی جگہ جہاں مسجد نہ ہو گھر میں اعتکاف بیٹھا جاسکتا ہے؟

جواب: جب باقاعدہ عام مسجد میسرّ نہ آئے مثلاً کہیں اکیلا احمدی رہتا ہے یا مقامی جماعت کے افراد کسی دوست کے گھر میں نماز ادا کرتے ہیں تو ایسی صورت میں اپنے گھر میں ایسی جگہ جو نماز کے لئے عام طور پر مخصوص کرلی گئی ہو اعتکاف بیٹھ سکتے ہیں۔ مجبوری کے حالات کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ بندے کی نیت کے مطابق اعمال کا ثواب دیتا ہے۔

سوال : کیا عورت گھر میں خلوت والی جگہ میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہے؟

جواب : اگر کسی جگہ مسجد نہیں یا مسجد میں عورت کیلئے رہائش کا معقول انتظام نہیں تو عورت گھر میں ایک خاص جگہ مقرر کرکے وہاں اعتکاف بیٹھ سکتی ہے۔

ہر احمدی گھرانے میں جہاں تک ممکن ہو سکے ایک ایسی جگہ ہونی چاہئے جو مسجد بیت (گھر کی مسجد) کے طور پر ہو۔ گھر کی عورتیں وہاں نماز پڑھیں اور مرد سنتیں اور نوافل وغیرہ ادا کریں اور مشکلات کے موقع پر وہاں خلوت گزیں ہوکر دعائیں کی جائیں۔ یہ طرز عمل بڑی برکات کا موجب ہے اور صحابہ کا اکثر اس کے مطابق عمل تھا۔

سوال: کیا بوڑھے آدمی کیلئے جس کیلئے روزہ رکھنا مشکل ہے بغیر روزے کے مسجد میں اعتکاف بیٹھنا جائز ہے؟

جواب: عام حالات میں اعتکاف کیلئے روزہ ضروری شرط ہے حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ روزہ کے بغیر اعتکاف درست نہیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ ’’لا اعتکاف الا بصوم‘‘

(ابوداؤد کتاب الاعتکاف باب المعتکف یعود المریض صفحہ ۱/۳۳۵)

آیت کریمہ ’’ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ ‘‘(البقرۃ:۱۸۸)

کا انداز بیان بھی اسی مسلک کی تائید کرتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ تصریح کہیں نہیں ملتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپؐ کے صحابہؓ کبھی روزہ کے بغیر اعتکاف بیٹھے ہوں۔ صحابہؓ میں سے حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ اور ائمہ میں سے امام مالکؒ۔ امام ابوحنیفہؒ۔ امام اوزاعیؒ کا یہی مسلک ہے اور سلسلہ احمدیہ کے بزرگان کی بھی یہی رائے ہے۔ اس کے برعکس حسن بصریؒ۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اعتکاف کیلئے روزہ کو شرط نہیں مانتے۔ یہ بزرگ اپنی رائے کی تائید میں یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ میں نے ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی۔ کیا میں نذر پوری کروں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک رات اعتکاف میں گذاری۔

(بخاری کتاب الاعتکاف باب اذا نذر فی الجاھلیۃ صفحہ ۱/۲۷۴)

سوال : اعتکاف کے دوران کیا انسان رات کو مسجد میں چارپائی بچھا کر سوسکتا ہے؟

جواب : اعتکاف کے دنوں میں ضرورت پڑنے پر مسجد کے کسی کونے میں یا کسی اور مناسب جگہ میں چارپائی بچھا کر سونا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ ایسا کرنے سے مسجد میں نماز پڑھنے والوں کو کوئی دقت نہ آئے۔ حدیث میں آتا ہے۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم كَانَ اِذَا اِعْتَكَفَ طُرِحَ لَهٗ فِرَاشُهٗ وَيُوْضَعُ لَهٗ سَرِيْرُهٗ وَرَاءَ اُسْتُوَانَةِ التَّوْبَةِ۔

(ابن ماجہ کتاب الاعتکاف باب فی المعتکف یلزم مکانا من المسجد صفحہ ۱۲۷، نیل الاوطار صفحہ ۴/۲۶۶)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف شروع فرماتے تو آپؐ کے لئے بستر بچھایا جاتا اور ایک ایسے ستون کی اوٹ میں آپ کی چارپائی بچھائی جاتی جس کا نام توبہ کا ستون تھا۔ (ایک مشہور واقعہ کی وجہ سے اس ستون کا نام استوانہ التوبہ پڑ گیا تھا)

سوال : حدیث میں آتا ہے کہ معتکف حوائج ضروریہ کے لئے مسجد سے باہر جاسکتا ہے۔ حوائج ضروریہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

’’كَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةِ الْاِنْسَانِ اِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا

(مسلم کتاب الطھارۃ باب جواز غسل الحائض رأس زوجھا الخ صفحہ ۱/۱۱۷)

یعنی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں سوائے انسانی حاجت کے گھر میں نہیں آتے تھے۔

انسانی حاجت سے مراد کیا ہے اس کا ایک مفہوم بیت الخلاء جانا ہے اس مفہوم پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ یہ ایسی ضرورت ہے جس کیلئے مسجد سے باہر آنا ضروری ہے۔ اِسی طرح اگر محلّہ کی مسجد میں اعتکاف بیٹھا ہے تو جمعہ پڑھنے کیلئے جامع مسجد جانے کی بھی اجازت ہے اور اسے بھی حاجت انسانی سمجھا گیا ہے۔ ان کے علاوہ باقی ضروریات مثلاً درس القرآن یا اجتماعی دُعا میں شامل ہونے ۔ بال کٹوانے، کھانا کھانے (سوائے اس کے کہ مجبوری ہو مثلاً گھر سے کھانا لانے والا کوئی نہ ہو) نماز جنازہ پڑھنے۔ کسی عزیز کی بیمار پرسی کرنے یا کسی کی متابعت کیلئے باہر آنے کی اجازت میں اختلاف ہے۔ اکثر ان اغراض کیلئے مسجد سے باہر آنے کو جائز نہیں سمجھتے اور اعتکاف کی روح بھی اس امر کی متقاضی ہے کہ ان ثانوی اغراض کیلئے معتکف مسجد سے باہر نہ آئے بلکہ کلّی انقطاع کی کیفیت اپنے اُوپر وارد کرنے کی کوشش کرے اور اس قسم کی ترغیبات اور خواہشات کی قربانی دینے کا اپنے آپ کو عادی بنائے۔

سوال : اعتکاف سے متعلق مشہور ہے کہ شاذ ونادر حالات کے سوا معتکف مسجد سے باہر نہ جائے شاذ ونادر حالات کی مثال قضائے حاجت کیلئے باہر جانا ہے یا عدالت میں کسی ضروری شہادت کی غرض سے جس میں التواء کی صورت نقصان دہ ہو۔ یا بعض نے جنازہ کے لئے بھی اجازت دی ہے یہ پابندی نہ ہو تو اعتکاف کی غرض و غایت مفقود ہو جاتی ہے لیکن بعض بزرگ ان پابندیوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور بعض تو دفتر میں جاکر اپنا دفتری کام بھی کرلیتے ہیں صحیح صورت حال کی وضاحت کی جائے؟

جواب: کُلی انقطاع اعتکاف کا اعلیٰ درجہ ہے ۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ سنت یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کی متابعت یہ ہے معتکف مسجد سے باہر نہ نکلے نہ بیمار کی عیادت کیلئے اور نہ ہی جنازہ میں شامل ہونے کیلئے ہاں حوائج ضروریہ کے لئے باہر جاسکتا ہے اور حوائج ضروریہ سے مراد بیت الخلاء جانا ہے۔ (ابوداؤد کتاب الصیام باب المعتکف یعود المریض صفحہ ۳۳۵)

تاہم بعض فقہاء نے کہا ہے کہ حوائج ضروریہ میں کچھ وسعت ہے بعض اور ضرورتوں کے لئے بھی معتکف مسجد سے باہر جاسکتا ہے۔ خاص طور پر ضروری شہادت کیلئے جانے کی اہمیت مسلم ہے کیونکہ۔

ا۔ ممانعت کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صریح ارشاد موجود نہیں۔

ب: اعتکاف کا لغوی مفہوم صرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ انسان عبادت کی نیت سے مسجد میں کچھ عرصہ کیلئے بیٹھ رہے۔

ج: بعض روایات سے بھی اشارۃً اس کی تائید ہوتی ہے کہ انسان کسی اور ضرورت کے پیش نظر بھی مسجد سے باہر جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک بار حضرت صفیہؓ رات کو آپؐ سے ملنے گئیں اور دیر تک باتیں کرتی رہیں اور جب واپس ہوئیں تو آپؐ انہیں گھر تک پہنچانے آئے۔ حالانکہ گھر مسجد سے کافی دُور تھا۔

(ابوداؤد باب المعتکف یدخل البیت لحاجہ صفحہ ۱/۳۳۵، بخاری صفحہ ۱/۲۷۲)

د: جس امر کے جائز ہونے کا ائمہ میں سے کوئی امام قائل ہو اس کے متعلق اصول یہ ہے کہ ضرورت اور مجبوری کے حالات میں اسے اختیار کرنے کا عمل روحانی ترقی اور ثواب کے حصول کے منافی نہیں۔ سابقہ ائمہ میں سے جو لوگ اس قسم کے استثناء اور ضرورت کیلئے مسجد سے باہر آنے کے جواز کے قائل ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔

حضرت علیؓ۔ سعید بن جبیرؒ۔ قتادہ ابراہیم نخعیؒ۔ حسن بصریؒ اور امام احمدؒ۔

(اوجز المسالک صفحہ ۳/۱۱۲)

پس جو لوگ اپنے بعض ضروری کاموں کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کا عین سنت کے مطابق اعتکاف نہیں بیٹھ سکتے وہ ان دلائل کے پیش نظر دوسرے درجہ کے اس اعتکاف میں شامل ہوسکتے ہیں تاکہ ثواب سے وہ بکلی محروم نہ رہیں۔ ایسی صورت میں وہ اعتکاف کی نیت کرتے وقت اپنے بعض ضروری کاموں کیلئے مسجد سے باہر جانے کی استثناء کی نیت کرسکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان ارشادات کا تعلق بھی غالباً اسی دوسرے درجہ کے اعتکاف سے ہے جن میں بعض دوسری ضروریات کیلئے مسجد سے باہر جانے کی اجازت کا ذکر ہے۔

سوال: کیا اعتکاف کی صورت میں کالج میں درس وتدریس کے لئے جانا جائز ہے؟

جواب : بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ انسان کو ان کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے لیکن اگر ان کو کیا جائے تو پھر ضروری شرائط کے ساتھ ان کی بجاآوری مشروط ہے۔ اعتکاف کا بھی یہی حال ہے آپ چاہیں تو اعتکاف بیٹھیں اور چاہیں تو اپنے حالات کے پیش نظر ترک کریں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ مسنون اعتکاف کی نیت سے اعتکاف بھی بیٹھیں اور پھر اپنی مرضی کو بھی اس میں دخل انداز ہونے دیں۔

اعتکاف کے لغوی معنے یہ ہیں کہ انسان ثواب اور عبادت سمجھ کر کچھ دیر کیلئے مسجد میں مقیم رہے۔ اسلئے عبادت کی نیت سے چند منٹ کا قیام بھی اعتکاف ہوگا۔ لیکن مسنون اعتکاف جو رمضان کے آخری عشرہ میں اختیار کیا جاتا ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ ضروری یا طبعی حوائج کے علاوہ باقی کسی وجہ سے بھی مسجد سے باہر نہ نکلے اور ضروری حوائج میں کالج آکر سبق سننا شامل

نہیں۔حدیث میں آتا ہے۔

اَلسُّنَّۃُ عَلَی الْمُعْتَکِفِ اَنْ لَّا یَعُوْدَ مَـرِیْضًـا وَلَا یَشْھَـدَ جَـنَازَۃً وَلَا یَمُـسَّ اِمْـرَأَۃً وَلَا یُبَـاشِـرَھَـا وَلَا یَخْرُجَ لِحَاجَۃٍ اِلَّا لَا بُـدَّمِـنْـہُ۔ وَلَا اِعْتِکَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ وَلَا اِعْتِکَافَ اِلَّا فِیْ مَسْجِدٍ جَامِعٍ۔

(ابوداؤد کتاب الاعتکاف باب المعتکف یعود المریض صفحہ ۳۳۵)

یعنی معتکف کیلئے مسنون یہ ہے کہ وہ مریض کی عیادت کیلئے نہ جائے۔ جنازہ میں شامل نہ ہو۔ اپنی بیوی کے پاس نہ جائے۔ مسجد سے انسانی حوائج پیشاب ۔قضائے حاجت وغیرہ کے سوا باہر نہ جائے۔ اعتکاف کیلئے روزہ ضروری ہے۔ اسی طرح اعتکاف ایسی مسجد میں بیٹھنا چاہیئے جہاں نماز باجماعت ہوتی ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ جب بھی میں قضائے حاجت کیلئے گھر آتی اور گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو چلتے چلتے اس کی طبیعت پوچھ لیتی۔ (ٹھہرنے کو روا نہیں سمجھتی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیادت مریض کے جواز کے بارہ میں جو لکھا ہے اس کا بھی غالباً یہی مطلب ہے کہ ایسے رنگ میں عیادت جائز ہے۔

سوال: اعتکاف کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: مسنون اعتکاف وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کے مطابق ہو اور جو حدیثوں سے ثابت ہے اور وہ یہ ہے کہ رمضان کا آخری عشرہ آپؐ مسجد میں روزہ سے گزارتے اور حوائج ضروریہ کے علاوہ باقی کسی ضرورت سے مسجد سے باہر نہ آتے۔

یہ مکمل اور سنت کے مطابق اعتکاف ہے لیکن اگر کوئی اس کے لئے اپنے حالات کے اعتبار سے گنجائش نہ پائے تو اس میں کمیاں کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی پورا عشرہ نہ بیٹھ سکے تو وہ حسب گنجائش ۹ دن ۔۸ دن ۔۷ دن اور اس سے بھی کم دن اعتکاف بیٹھ لے تو اللہ تعالیٰ کے حضور سے ایسا کرنے والا ثواب کا مستحق ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی روزہ نہیں رکھ سکتا تو اپنا وقت مسجد میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں صَرف کر کے اپنی کوشش کے مطابق اعتکاف کا ثواب حاصل کرسکتا ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو پورا سالم دن اعتکاف کے لئے نہیں بیٹھ سکتے تو انہیں جتنی گھڑیاں مسجد میں عبادت میں میسر آسکتی ہیں یہ ان کی سعادت کا موجب ہوں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ائمہ سلف نے ان حالات میں ایسی روایتوں کی تصریح کی ہے اور اعتکاف کے جذبہ کو قوی رکھنے کیلئے حوصلہ افزائی کے پہلو کو ترجیح دی ہے۔

سوال: کیا حوائج ضروریہ کے لئے اگر قریب انتظام نہ ہو تو معتکف دُور بھی جاسکتا ہے؟

جواب: حوائج ضروریہ کے لئے اگر قریب انتظام نہیں تو دور فاصلہ پر جاسکتے ہیں۔ لیکن فراغت کے بعد فوراً مسجد میں واپس آجائیں۔

سوال: کیا معتکف جماعتی میٹنگ یا جماعتی کاموں کیلئے مسجد سے باہر جاسکتا ہے؟

جواب: جہاں تک ممکن ہو حوائج ضروریہ کے علاوہ کسی اور کام کیلئے مسجد سے باہر نہ جائے ورنہ مسنون اعتکاف ادا نہیں ہوگا۔ ہاں وقتی اعتکاف یعنی مسجد کی عبادت کا ثواب میسرّ آسکتا ہے۔

سوال: کیا کھانا کھانے کیلئے معتکف گھر جاسکتا ہے یا بازار سے کھانا لاسکتا ہے؟

جواب: اگر کھانا لانے کا کوئی انتظام بسہولت نہ ہوسکے تو گھر سے کھانا لایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح بازار سے بھی۔

سوال: اگر مسجد میں غسل کا انتظام نہ ہو تو کیا غسل کیلئے گھر جاسکتے ہیں؟

جواب: اگر پہلے سے بطور نیت غسل کو حوائج ضروریہ میں شامل کرلیا جائے تو اس کیلئے گھر جاسکتا ہے۔ وضو اور ضروری غسل تو پہلے ہی حوائج ضروریہ میں شامل ہے۔ اس مقصد کے لئے مسجد سے باہر آسکتا ہے۔

سوال: کیا اعتکاف کی حالت میں مسجد میں بیٹھ کر حجامت بنوانا اور بال کٹوانا درست ہے۔ کیا اس سے آداب مسجد میں کوئی حرج تو لازم نہیں آتا؟

جواب: اعتکاف کی حالت میں بال کٹوانے اور حجامت بنوانے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ مسجد کے اندر اسے ناپسند کیا گیا ہے کیونکہ یہ امر مسجد کے احترام اور اس کے آداب کے خلاف ہے۔ اکثر علماء امّت کا یہی مسلک ہے۔ چنانچہ مؤطا امام مالکؒ کی شرح اوجز المسالک میں لکھا ہے:۔

وَیُکْرَہُ حَلْقُ الرَّأسِ فِیْہِ مُطْلَقًا اَیْ مُعْتَکِفًا کَانَ أوْغَیْرَ مُعْتَکِفٍ...... وَذٰلِکَ لِحُرْمَۃِ الْمَسْجِد"۔

(اوجز المسالک صفحہ ۱۱۲۔ ۱۱۳/ ۳)

یعنی مسجد میں بال کٹوانا ناپسندیدہ ہے ۔ یہ ممانعت مسجد کے احترام کے پیش نظر ہے۔ اعتکاف کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ حجامت بنوانا منافی اعتکاف نہیں۔

روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت اعتکاف میں جب بالوں میں کنگھی کرنا ہوتی تو آپؐ اپنا سر مسجد سے باہر کردیتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو اپنے حجرہ میں ہوتیں آپ کو کنگھی کردیتیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک سوال پیش ہوا کہ معتکف اپنے دنیوی کاروبار کے متعلق بات کرسکتا ہے یا نہیں تو آپ نے فرمایا:۔

"سخت ضرورت کے سبب کرسکتا ہے اور بیمار کی عیادت کیلئے اور حوائج ضروریہ کے واسطے باہر جاسکتا ہے" (بدر ۲۱/ فروری ۱۹۰۷ء)

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:۔ لَا بَـأسَ بِـاَنْ یَّبْیـعَ وَیَبْتَـاعَ فِی الْمَسْجِدِ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّحْضِرَ السَّلْعَۃَ (ہدایہ صفحہ ۱۹۱ جلد اوّل)

لیلۃ القدر اور قبولیت دعا کا وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ "اعتکاف بیسویں کی صبح کو بیٹھتے ہیں۔ کبھی دس دن ہوجاتے ہیں اور کبھی گیارہ......ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو قبولیت دُعا کا وقت بتانے کیلئے باہر نکلے تھے مگر اس وقت دو آدمی آپس میں لڑتے ہوئے آپؐ نے دیکھے تو فرمایا کہ تم کو دیکھ کر مجھے وہ وقت بھول گیا ہے مگر اتنا فرمادیا کہ ماہِ رمضان کی آخری دس راتوں میں یہ وقت ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ ان راتوں کے علاوہ بھی یہ وقت آتا ہے مگر رمضان کی آخری راتوں میں قبولیت دُعا کا خاص وقت ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے تجربہ کی بناء پر فرمایا کہ ستائیسویں ۲۷ کی رات کو یہ وقت ہوتا ہے" (الفضل ۳/ نومبر ۱۹۱۴ء)

(فقہ احمدیہ حصہ اوّل سے ماخوذ)

اعلان نکاح

اللہ الحمد کہ مورخہ 25 جولائی 2011ء کو بعد نماز ظہر وعصر بمقام مسجد فضل لندن سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت خاکسار کی چھوٹی بیٹی عزیزہ عطیۃ القدیر سلمہا کا نکاح عزیز محمد عطاء المحسن سلمہٗ ربہٗ ابن عزیزم مکرم مبارک احمد صاحب طاہر شہید مرحوم مسجد نور ماڈل ٹاؤن لاہور کے ساتھ مبلغ -/1,25,000 روپئے حق مہر پر پڑھایا اور اجتماعی دعا کروائی۔

عزیزہ محترم میاں عبدالعظیم صاحب درویش مرحوم (مالک احمدیہ بک ڈپو) قادیان کی پوتی اور عزیز خاکسار کے عم زاد محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت مرحوم کا بڑا نواسہ ہے۔

قارئین بدر کی خدمت میں اس رشتہ کے جانبین اور سلسلہ کیلئے ہر جہت سے بابرکت اور مثمر بہ ثمرات حسنہ ہونے کیلئے دردمندانہ دُعاؤں کی عاجزانہ درخواست ہے۔ (خورشید احمد انور واقف زندگی)

درخواست دُعا

خاکسار کی خوشدامنہ محترمہ حفصہ بیگم صاحبہ زوجہ مکرم مرزا حسن احمد بیگ صاحب ساکن حمایت نگر، حیدرآباد ایک لمبے عرصے سے شوگر کے عوارض کے سبب مستقل فریش ہیں۔ دو ہفتہ سے دواخانے میں زیر علاج ہیں۔ کمزوری بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ درویشان قادیان، قارئین بدر اور احباب جماعت احمدیہ سے موصوفہ کی جلد از جلد کامل و عاجل شفایابی کیلئے دُعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

(کرشن احمد قادیان۔ کارکن ہفت روزہ بدر قادیان)

دُعاء مغفرت

خاکسارہ کے خاوند محترم شیخ رحمت اللہ آف کیرنگ (داماد محترم ابراھیم صاحب) سابق صدر جماعت احمدیہ کیرنگ (اڑیسہ) مورخہ 14.10.2010 کو وفات پاگئے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف کی وفات کے تقریباً چھ ماہ بعد خاکسار کی منجھلی بیٹی عزیزہ بی بی سلمہ کی وفات مورخہ 22.4.2011 رات گیارہ بجے ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دونوں کی وفات سے اور بہت صدمہ ہوا ہے۔ قارئین بدر سے خصوصی دُعا کی درخواست ہے کہ میرے شوہر مرحوم اور بیٹی مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء کرے اور ہم سب کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور حوصلہ رکھنے کی طاقت بخشے اور ہر آن ہمارا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔ اعانت بدر 1500 روپے۔

(روشن بی بی اہلیہ شیخ رحمت اللہ آف کیرنگ۔ اڑیسہ)

JMB RICE MILL (Pvt) Ltd.
Love For All, Hatred For None
AT. TISALPUR. P.O RAHANJA
DIST. BHADRAK, PIN-756111
STD: 06784, Ph: 230088
TIN : 21471503143
JMB

J.K. Jewellers - Kashmir Jewellers
جے کے جیولرز ۔ کشمیر جیولرز
Mfrs & Suppliers of : Gold and Silver Diamond Jewellery
Shivala Chowk Qadian (India)
Ph. (S) 01872 -224074, (M) 98147-58900,
E-mail: jk_jewellers@yahoo.com
اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
چاندی اور سونے کی انگوٹھیاں خاص احمدی احباب کیلئے

ایک عیسائی PH.D طالب علم سے گفتگو

(خورشید احمد پربھاکر۔درویش قادیان)

لندن کی کیمبرج یونیورسٹی کے صیغہ الہیات کے منتظمین نے ۲۲ سالہ ہونہار نوجوان طالب علم مسٹر نکولس صاحب کو قادیان انڈیا بھیجا تاکہ تحریک احمدیت پر تحقیقات کرے اور پی ایچ ڈی مکمل کرنے کیلئے اسناد کے ساتھ مقالہ تحریر کرے۔

چنانچہ اس غرض کیلئے مسٹر نکولس صاحب لمبے سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے قادیان بھارت آئے اور اپنے پروگرام پر عمل پیرا ہوگئے۔اُن کے قیام وطعام اور دیگر سہولیات کی ذمہ داری عالمگیر مسلم جماعت احمدیہ قادیان پر تھی۔ جسے مسلم جماعت احمدیہ نے اپنے آقا ومطاع محمد مطفیٰ ﷺ کی روشن سنت پر عمل کرتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ خوب نبھایا۔مسٹر نکولس صاحب نے قریب تین مہینے قادیان میں قیام کیا۔دوران قیام علاوہ تحقیقات کے شعائر اللہ قادیان اور مختلف مقامی لوگوں سے بھی ملاقات کرتے رہے۔لوکل احمدیہ مسلمانوں کی اکثریت نوجوان طبقہ سے تعلق رکھتی ہے اور وہ بھی نوجوان تھے۔

میں فلوریڈا کے چرچ انچارج پادری ٹیری جان کے قرآن مجید کی بے حرمتی کرنے کے ردّ میں مضمون ’’آتشی شریعت قرآن مجید‘‘ مکمل کرکے فارغ ہوا تھا کہ نکولس صاحب مورخہ ۵ فروری ۲۰۱۱ء بروز جمعہ اڑھائی بجے بعد دوپہر غریب خانہ پر ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ان کے ہمراہ محترم بلال احمد صاحب بطور ترجمان بھی تھے۔

میں اپنی لمبی لاعلاج بیماری کی وجہ سے لڑکھڑاتا ہوا اُٹھا جناب نکولس صاحب محبت کے ساتھ گلوگیر ہوئے۔ میں نے شفقت ومحبت کے ساتھ نوجوان ریسرچ سکالر سے برتاؤ کیا۔وہ قدرے اردو جانتے تھے۔ تاہم بلال احمد صاحب ترجمان کا فریضہ ادا کرتے رہے۔

میں عالم ربودگی میں اپنے آپ سے کھویا گیا۔ ایک لمحہ کیلئے یہ بھول گیا کہ مسٹر نکولس صاحب تثلیث کے گڑھ لندن سے عیسائیت کی تائید میں پی ایچ ڈی کرنے کیلئے احمدیت کی تحقیق کرکے مقالہ لکھنے آئے ہیں۔ میں نے اسی عالم خود ربودگی میں اُن سے پوچھا۔ آپ بہت دور لندن سے ’’السفر سقر‘‘ کی تکالیف اُٹھا کر انڈیا قادیان آئے ہیں۔کیا آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح ناصری) کے مزار مبارک سرینگر محلّہ خانیار کشمیر پر حاضری دی۔اُن کے درجات بلند ہونے کیلئے دعا مانگی۔

انہوں نے کہا کہ میں دوسری بار آؤں گا تو جاؤں گا۔ مجھے تھوما حواری کے مٹھ پر مدراس بھی جانا ہے۔میں نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر افسوس کا اظہار کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مزار پر دُعا:

وہ خمارِ ربودگی کی حالت جاتی رہی تو میں نے نکولس صاحب کو بتایا کہ میں نے ۱۹۷۰ء میں محلّہ خانیار سرینگر کشمیر جاکر پیارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقدس مزار کی زیارت کی تھی اور قیام سرینگر کے تین یوم متواتر ان کے مزار پر جاکر دُعا کرتا رہا۔

ان کا مزار ایک بڑے مسقّف کمرے کے اندر شمال کی طرف فرش سے اندازاً دوفٹ نیچے ہے۔ دروازہ کی چوکھٹ کے اوپر کے سرے پر ’’یوز آسف‘‘ افسردہ مسیح‘‘ لکھا ہوا ہے۔ دروازہ کے ساتھ اندر کی طرف ایک تختی پر پرانی عبرانی زبان میں حضرت مسیح علیہ السلام کے یروشلم سے ہجرت کرکے انڈیا کشمیر آنے کے حالات لکھے ہوئے ہیں۔مجاور صاحب اس تختی پر دیپک اور موم بتی جلا کر روشنی کیلئے رکھتے تھے۔ اس کمرے میں خواجہ نصیرالدین صاحب کی قبر حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کے علاوہ ہے۔قبر مسیح بنی اسرائیل و یہود کی قبروں کی طرح بیت المقدس رُخ پر ہے۔ کمرے سے باہر صحن میں قبرستان ہے۔جس میں مسلمانوں کی قبلہ رُخ قبریں ہیں۔جن کے اوپر پتھر کی سلیں تھیں اور گھاس اُگا ہوا تھا۔ کمرے کے اندر دوسری قبر خواجہ نصیرالدین صاحب کی ہے۔

مزار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجاور صاحب سے ملاقات ہوئی۔انہوں نے بتایا کہ یہ قبر ہمارے خاندان کے قدیم زمانے کے بزرگ ’’ولی اللہ‘‘ کی ہے۔وہ ۳۵ سالہ جوان مجاور چھوٹے سائز کا پمفلٹ ہر ایک آنے والے کو ایک روپیہ میں دیتا تھا۔ وہ انگریزی میں طبع شدہ پمفلٹ تھا جس کا عنوان تھا۔ ’’ٹومب آف جیزز‘‘

مضطرب متقی کی دُعا:

خداوند تعالیٰ کے بہت پیارے معصوم، مظلوم، بےگناہ، پاک باطن، پاک سیرت، پاک باز، راستباز، سچے نبی کو اپنی زندگی میں واقعہ صلیب سے بڑھ کر دُکھ دینے والا دردناک واقعہ دوسرا کوئی اور پیش نہیں آیا۔ چنانچہ عہد نامہ جدید میں لکھا ہے ’’انہوں نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اُسی خدا سے دعائیں اور التجائیں کیں۔ جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔اور خدا ترسی کے سبب اس کی سنی گئی۔‘‘ (عبرانیوں ۵:۷۔لوقا ۲۲:۴۳)

’’اے میرے باپ اگر ہوسکے تو یہ موت کا پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔‘‘

(متی ۲۰:۳۹:۴۳،لوقا ۲۲:۴۲۔مرقس ۱۴:۳۶)

چنانچہ خدا تعالیٰ کی حکمت نے اس کے جان سے بچائے جانے کے قدرتی اسباب پیدا کئے۔آپ کو تین دن صلیب پر مصلوب کرنے کی بجائے محض تین گھنٹے کے بعد کاٹھ سے اُتار لیا گیا۔نہ آپ کی ہڈیاں توڑی گئیں نہ جان سے مارا گیا۔

آپ کو ان کے خاص مرید یوسف آرمتیہ کے رہنے والے کو عالم بیہوشی میں سپرد کیا گیا۔اور ایک ہوا دار بڑے کمرے میں رکھا گیا۔زخم جلد مندمل ہونے کے لئے عودمُر وغیرہ اجزاء پر مشتمل مرہم تیار کرکے زخموں پر لگائی گئی۔تب سے اس مرہم کا نام مرہم عیسیٰ طبی بیاض میں درج چلا آرہا ہے۔ واقعہ صلیب والی مرہم عیسیٰ سے پہلے کوئی مرہم ’’مرہم عیسیٰ‘‘ کے نام سے معروف نہیں ہے۔

تین دن علاج ہوتا رہا اور اس کے بعد آپ اس کمرے سے نکل کر حواریوں کو ملے۔اپنے زخم دکھائے اور ان کے ساتھ مچھلی کھائی اور پھر پوشیدہ طور پر کشمیر کی طرف ہجرت کی۔

بخت نصر کا حملہ:

بخت نصر نے یہود کو سبق سکھانے کیلئے یروشلم پر زبردست حملہ کیا، یہود کی مرکزیت منتشر ہوگئی۔ یہود کئی ممالک میں غیروں کی پناہ میں آباد ہوگئے تھے۔ان کا ایک حصہ یروشلم سے ہجرت کرکے افغانستان کے راستے کشمیر میں آباد ہوگیا تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام واقعہ صلیب کے بعد اس دور کے رومی قانون سے بچنے کیلئے یروشلم سے ہجرت کرکے کشمیر آگئے اور سرینگر میں ایک سو بیس برس کی عمر پاکر فوت ہوئے۔شہر سرینگر، محلّہ خانیار میں ان کا مزار آج بھی موجود ہے۔کشمیری بنی اسرائیلی قبائل کی نسل میں سے ہیں۔کشمیری باشندوں کی اکثریت اب بھی گوشت میں چربی کھانا پسند نہیں کرتی۔اور بحکم تورات ان کی نرینہ اولاد مختون ہے۔کشمیری زبان میں آج بھی بہت سے الفاظ قدیم عبرانی زبان کے ملتے ہیں۔ کشمیریوں کی شکلیں یہود جیسی ہیں۔’’سیاحت نامہ ڈاکٹر برنیر‘‘

کشمیر کی پرانی تاریخ راج ترنگنی مصنفہ پنڈت کلہن بھٹ براہمن سنسکرت زبان میں ہے۔اس میں حضرت مسیح علیہ السلام کے سرینگر آنے اور لوگوں سے گفتگو کرنے کا ذکر موجود ہے۔ جناب نکولس صاحب نے دریافت کیا کہ ہندوستان کی آزادی اور تقسیم ملک ۱۹۴۷ء کے وقت قادیان کے کیا حالات تھے؟

خاکسار نے بتایا کہ برصغیر ہند، آزادی کے وقت بھارت اور پاکستان دو آزاد ملکوں کی صورت میں تقسیم ہوگیا۔ آزادی کے وقت ہندو، مسلمان، سکھ آپس میں گتھم گتھا ہوگئے۔ ملک بھر میں خاص کر سرحدی صوبہ پنجاب میں خون کے دریا بہہ پڑے۔

دراصل ۱۸۸۰ء میں انگریزی سرکار نے ہندو مسلمان قوموں کا جائزہ لیکر چپکے سے پاک، ہند کی بنیاد رکھ دی تھی۔ساہیوال، صاندل کرانہ بار نوآبادی نظام کے تحت ہندو، سکھ اور مسلمانوں کے دیہات دو قومی تھیوری پر آباد کئے گئے کہ ہندو سکھ دیہات، مسلمان قوم کے دیہات سے الگ آباد کئے گئے تھے اور بعض دیہاتوں میں سکھ و غیر مسلم اس طور سے بسائے گئے کہ سکھ اور مسلم محلے الگ الگ کئے گئے۔

تب سے دونوں قوموں کے اندر نفرت، تشدد وبغض، کٹرپن اور پھوٹ کا لاوا کھولتا چلا آرہا تھا۔ جو ملک کی آزادی کے موقعہ پر پوری شدت سے پھوٹ پڑا اور دونوں قوموں میں قتل وغارت، مارکاٹ، لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہوگیا۔ ہزاروں خاندان صفحۂ ہستی سے نابود ہوگئے۔اس تباہی کا مرکز پنجاب تھا۔

انخلائے آبادی کے دوران قادیان کی مسلم اکثریت بھیانک حالات کی تاب نہ لاکر بادل ناخواستہ روتے ہوئے پاکستان ہجرت کرگئی۔

قادیان میں دس ہزار سے زائد جوان قادیان کے شعائر کی حفاظت و خدمت اور قادیان کی آبادی کیلئے رہنا چاہتے تھے۔لمبی جدوجہد کے بعد بھارت سرکار نے تین سو تیرہ افراد کے قیام کی منظوری دی۔ اس طرح خدائی پیش خبریاں پوری ہوئیں کہ ’’یہ نان تیرے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے‘‘

دنیا کی مذہبی تاریخ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی خارج میں بھی لفظ بلفظ بہمہ پہلو پوری ہوئی۔ان ایام میں صوبہ پنجاب میں مسلمان سے مراد صرف درویشان قادیان ہی سمجھے جاتے تھے۔ مسلمان درویش، رہائشی لنگر خانہ درویش، لنگر درویش، الدار درویش، محافظ اردو زبان درویش، ’’آنحضرت ﷺ پناہ گزین ہوئے قلعہ ہند میں‘‘۔ سے مراد فدایان محمدؐ درویشان قادیان تھے۔

فسادات کی وسیع پیمانہ پر شدت اور انخلائے آبادی کے باعث سرحدی قصبہ قادیان ساری دنیا سے کٹ چکا تھا۔ یہ قصبہ اس کشتی کی مانند تھا جو قعرِ دریا بھنور میں پھنسی تھی۔جس کا نہ کوئی ناخدا تھا نہ کوئی چپو۔ نہ ہی کوئی بادبان۔ نہ ہی کوئی راہ نجات۔صرف خدا تعالیٰ ہی ہمارا ملجاو ماویٰ تھا۔

رسالہ ’’ریاست‘‘ دِلی کے ایڈیٹر سردار دیوان سنگھ مفتون نے اُن ایام میں پنجاب کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا ’’پنجاب میں مسلمان‘‘ ہونا ہی ناقابل معافی جرم ہے۔مسلمان کو دیکھتے ہی قتل کردیا جاتا۔مشکوک کا ختنہ دیکھ کر قتل کردیا جاتا۔ کیمپوں پر اور گلی کوچوں میں کرفیو لگا کر مسلم کو قتل کیا جاتا۔ بچوں کو ہوا میں لہرا کر نیزوں کی نوکوں میں پرو دیا جاتا......‘‘

قصبہ قادیان کے اردگرد کے دیہات کے لاکھوں مسلمان لُٹ لُٹا کر قادیان آگئے تھے۔قادیان کی باری

آخر پر آئی جب کہ پنجاب سے تمام مسلمان ہجرت کر گئے ۔ انڈین ملٹری ، پولیس اور خنجر باز جنگجو فارغ ہوکر اور ایک نظام کے ساتھ قادیان پر حملہ آور ہوئے۔

قادیان میں مقیم پناہ گزین بہت سے مسلمان قتل کئے گئے اور پھر قافلہ در قافلہ انڈین ملٹری کی نگرانی میں پاکستان روانہ ہوگئے راستہ میں قافلہ والوں کو ایسی مشکل اور پیچیدہ راہوں پر چلایا گیا جہاں اُن پر گھات لگا کر حملے ہوتے۔ سارا سامان، نقدی، زیورات لوٹ لئے جاتے۔ شیر خوار بچے، حاملہ عورتیں، بوڑھے مر گئے ۔ تتلے والی نہر کا تین میل کا ایریا میں نے دیکھا تھا۔ نہر کے مغربی جانب ریت کے ٹیلے و جنگل تھے۔ جہاں انسانی پنجر، ادھ جلے انسان اور بدبوتھی جن کو کتے گدھ، اور پرندے شام کے دھندلکے میں نوچ رہے تھے۔

درویشان قادیان نے عرصہ تک کسمپرسی اور فاقہ کشی کے ایام میں زندگی اور موت کا منظر دیکھا۔ اس تشدد کی کئی وجوہات میں سے قادیان قصبہ کا پاکستانی سرحد سے قریب واقع ہونا تھا۔ سیاسی مصلحت کی بنا پر اس سرحدی قصبہ کو عرصہ دراز تک جاسوسی کا اڈا سمجھا گیا اس کا وجود نا قابل برداشت تھا۔

دوسرے غیر مسلم آبادی پاکستان سے لُٹ لُٹا کر سینکڑوں جانیں گنوا کر انڈیا آئی تھی۔ ادھر انڈیا پنجاب میں کسی مسلمان کو دیکھتے ہی ان کا خون کھولنے لگ جاتا اور وہ آپے سے باہر ہوجاتے تھے۔...... تیسرے یہ کہ بھارت اور پاکستان کے معاہدات میں دونوں طرف واقع مقدس مقامات اور ان کے باشندوں کی جان و مال و عزت کی حفاظت کی ضمانت دی گئی تھی۔ جیسے ننکانہ صاحب، پنجہ صاحب، کٹاس راج تیرتھ ستھان پاکستان میں ہیں اور نظام الدین اولیا، سرہند شریف بھارت میں ہیں۔ اگرچہ ان میں سے کچھ مقامات نامساعد حالات اور تشدد کے باعث خالی ہوگئے تھے تاہم معاہدات کی رُو سے دوبارہ عقیدت مندوں سے آباد ہوگئے۔ ان کی حفاظت کی ذمہ داری کو دونوں سرکاروں نے نبھایا۔

لیکن قادیان کو معاہدات میں ’’مقدس مقام‘‘ تسلیم نہیں کیا گیا تھا اس لئے قادیان کے مسلم شہریوں کی جان مال عزت اور مقدس شعائر اللہ مزار حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مقدس مساجد کی حفاظت کی ذمہ داری دونوں سرکاروں پر نہ تھی اور نہ ہی اخلاقاً بھارت سرکار ذمہ دار تھی۔ لہٰذا قادیان کے کوفتہ جانوں پہ کیا گذری، بیان سے باہر ہے۔

نکولس صاحب نے دریافت کیا کہ ایسے بھیانک حالات میں آپ درویش لوگ کیونکر اور کیسے زندہ بچ رہے تھے؟ میں نے جناب نکولس صاحب کو تفصیلاً بتایا کہ اس کے دو سبب ہیں۔ پہلا روحانی سبب اور دوسرا ظاہری سبب۔

روحانی سبب: ہمارا ایمان و یقین ہے کہ ایک زندہ خدا موجود ہے۔ وہ اپنے پیارے بندوں اور پیغمبروں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ انہیں ان کی ذات، خاندان، قوم و ملک اور دنیا کے بارے میں غیب کی باتیں ان کے وقوع ہونے سے پہلے بتاتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً بتایا تھا کہ قادیان پر سخت ابتلا آئے گا اور مومنین ابتلاء و مصائب میں ڈالے جائیں گے لیکن ’’اِنّی اُحَافِظُ کل من فِی الدّارِ‘‘ یعنی میں ان تمام لوگوں کی حفاظت کروں گا، جو تیرے ’’الدار‘‘ گھر کی چاردیواری کے اندر ہوں گے۔

’’الدار‘‘ سے مراد جماعت کے لوگ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم بھی ہے۔ اور موقع و محل کے لحاظ سے آپ کے گھر کا ایریا بھی مراد ہے۔ ہم درویش لوگ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے گھر کی چاردیواری ’’الدار‘‘ میں داخل ہیں۔ الدار کے ایریا میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے کوئی فرد شہید نہیں کیا گیا۔ یہ تصرف الٰہی ہے۔ ظاہری حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔

ظاھری اسباب: درویشوں کی ظاہری و خارجی حفاظت کے اسباب مسحور کن ہیں۔ قادیان کے قدیمی غیر مسلم باشندوں نے دوسروں سے مل کر بیحد مبالغہ کی حد کو پار کر کے پروپگنڈا کر رکھا تھا اور مرکز دِلی تک شکائتوں کے انبار لگا رکھے تھے کہ یہ مسلمان اپنے آپ کو تین سو تیرہ بتاتے ہیں۔ مگر دراصل یہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ ان کے پاس دیسی اسلحہ کے علاوہ بندوق، گولی، بارود توپ، اور میزائل تک ہیں۔ انہوں نے مسجد اقصیٰ قادیان سے لیکر لاہور پاکستان تک سرنگ بنا رکھی ہے جس کے ذریعہ ان کا متواتر پاکستان آنا جانا رہتا ہے۔

یہ پروپگنڈا اس شدت سے متواتر کیا گیا کہ کئی بار قادیان کی تلاشیاں ہوتی رہیں۔ حتیٰ کہ مرکزی سرکار کے شمال زون کے کمانڈر انچیف بمعہ عملہ قادیان آئے۔ اور تمام درویشوں کو لنگر خانہ کی دیوار مدرسہ احمدیہ کی پشت کی دیوار کے ساتھ کھڑا کیا گیا۔ حتیٰ کہ مخدوم معذور کو بھی ایک نوجوان کندھے پر اٹھا کر لایا۔ جو نہ چل سکتا تھا نہ بول سکتا تھا۔ پھر فرداً فرداً ہر ایک درویش سے نام و پیشہ پوچھا گیا۔ فہرست کے مطابق گنتی پوری گنی گئی۔

انڈین کمانڈر انچیف صاحب بمعہ چار افراد عملہ اور چار لوکل ہندو لیڈر مسجد اقصیٰ میں آئے۔ جبکہ میں اکیلا مسجد اقصیٰ میں کتابیں لئے پڑھ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ کمانڈر انچیف مسجد کے فرش کی سطح سے نیچے اس گلی میں گئے جو آزادی سے پہلے محلّہ کمہاران میں کھلتی تھی۔ اس گلی میں مسجد کا پرانا سامان بوسیدہ کتابیں دریاں چٹائیاں کچھ لکڑی کا شکستہ سامان کمروں میں رکھا ہوا تھا اور گلی بند تھی۔

لوکل لیڈر اس گلی کو پاکستان جانے والی خفیہ سرنگ بتا رہے تھے۔ ناکام و شرمندہ ہوکر لیڈر لوگ صاحب بہادر کو مسجد کے کنویں کی طرف لے گئے۔ مسجد کا بڑے بازار کی طرف کھلنے والا بڑا دروازہ تو اینٹوں سے بند کر دیا گیا تھا۔ صاحب کو بتایا گیا کہ اس کنویں کے اندر سے سرنگ بنا کر لاہور تک راستہ بنایا گیا ہے چنانچہ مکرم محمود پہاڑی نامی درویش کو بلا کر کنویں میں اُتارا گیا۔ کنویں کے چاروں طرف بغور دیکھا گیا لیکن وہ زور دے رہے تھے کہ کنویں کے پانی کے اندر سے سرنگ ہے۔

جناب محمود پہاڑی صاحب کو غوطہ لگانے اور سرنگ تلاش کرنے کا حکم دیا گیا۔ پوری تلاشی لینے کے بعد جناب محمود صاحب کو کنویں سے نکالا گیا۔ اس کی ران سے خون بہہ رہا تھا کنویں کے پانی کے اندر مینار و آسمانی بجلی سے محفوظ رکھنے کیلئے ارتھ Earth کی پلیٹ کا کونہ لگنے سے محمود صاحب کی ران زخمی ہو چکی تھی۔ تاہم کوشش بسیار کے باوجود کوئی سرنگ نہ ملی۔

پھر صاحب بہادر نے مسجد کے اندر اور چھت پر جا کر کونہ کونہ بغور دیکھا۔ موذّن صاحب کا گھر متعلقہ کمرے وغیرہ دیکھے انہیں کوئی بات قابل گرفت و اعتراض نہ مل سکی۔ شکایت کنندگان شرمندہ ہوئے اور یہ سارے لوگ میرے سامنے مسجد کی چھوٹی سیڑھیوں سے اُتر کر مسجد سے باہر چلے گئے۔

دوسرے یہ کہ جرمنی کے گوبلز وزیر کے شدید پروپیگنڈے کو مات کر دینے والا یہ غیر مسلم پروپگنڈا، غیر مسلم جتھوں کو احمدیہ مسلم آبادی پر حملہ کرنے میں سد سکندری ثابت ہوتا رہا ہے۔ ان جتھوں کا خیال تھا کہ وہ پاکستان سے لٹ لٹا کر صرف جانیں بچا کر بھارت پہنچے ہیں۔ اگر یہاں آکر بھی ان چند نہتے فقیروں کے ہاتھوں مارے گئے تو یہ عقلمندی کی بات نہ ہوگی اور نہ ہی ان فقیروں سے کوئی مالی فائدہ حاصل ہوگا۔

جتھوں کی حوصلہ شکن بات مخالفین کی ناکامی اور درویشوں کے بلند حوصلوں اور حفاظت کا سبب بن گئی۔ اِدھر ہم نے بھی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنا ملجا و ماوی بنا رکھا تھا۔ ’’الدار‘‘ میں بسنے والے درویشوں کا محافظ اللہ تھا۔

من درحریم قدس چراغِ صداقتم
دستش محافظ است از ہربادِ صرصرم

مخالفین نے رات اور دن ایک کر کے کسی بھی حصہ میں ہمیں چوکس ہوشیار اور زندہ موجود پایا۔

قرآن سوزی: فلوریڈا امریکہ کے ایک چرچ کے انچارج پادری ٹیری جان کے قرآن مجید کے چند اوراق جلانے کا ذکر ہوا۔ پادری نکولس صاحب کو میں نے بتایا کہ فلوریڈا کے پادری صاحب کے قرآن مجید کے اوراق جلانے سے نہ تو قرآن مجید دنیا سے مٹ سکا نہ مذہب اسلام، نہ مسلمان قوم ہی ختم ہوسکی۔

دُنیا میں آج بھی لاکھوں مسلمان حفاظ کے سینوں میں قرآن مجید محفوظ ہے۔ ہزاروں زبانوں میں قرآن مجید کے بمعہ متن تراجم ہو چکے ہیں۔ ہماری اس چھوٹی سی بستی قادیان میں تحفیظ قرآن مجید کلاس میں بہت سے بچے ہر سال قرآن کریم حفظ کرتے ہیں۔ دنیا کی مذہبی کتب میں سے قرآن عظیم نہایت آسان اور لیسیرالفہم مقدس کتاب ہے۔ جسے آسانی سے حفظ کیا جاسکتا ہے۔ قرآن مجید سے زمانے کے ہر دور کے زندگی کے مسائل کے حل کا استخراج ہوتا رہتا ہے۔ پادری ٹیری جان نے دو قوموں کے حرم میں آگ لگائی ہے۔

جناب نکولس صاحب نے کہا کہ میں امریکن نہیں ہوں۔ برطانیہ کا رہنے والا ہوں۔ میں نے جواباً ان سے کہا کہ پولوس صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیش کردہ عیسائیت سے انحراف کیا۔ عیسائیت کو آفاقی مذہب بنانے کی کوشش کی اور غیر بنی اسرائیلی لوگوں کو عیسائی بنایا۔ تورات و اناجیل کی اکثر ہدایات کو ترک کر دیا۔

آج پولوس کی ہدایات کو ماننے والے عیسائی ختنہ نہیں کرواتے ۔ سور اور گائے اور چربی کھاتے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو اور شریعت کو لعنتی قرار دیتے ہیں۔ لعنت کے مفہوم میں یہ شامل ہے کہ مسیح خدا کا دُشمن اور خدا مسیح کا دشمن اور راندۂ درگاہ الٰہی ہے۔ آپ کا اور حواریوں کا تورات پر عمل تھا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے اولین پیروکار پروٹسٹنٹ تھے۔ پس بحیثیت قوم آج کی ساری دنیائے عیسائیت پادری ٹیری جان کے فعل میں شامل ہے۔

دوران گفتگو میں نے بار بار اصرار سے جناب نکولس صاحب سے کہا کہ میری عمر نوے سال سے زیادہ ہو چکی ہے۔ آپ مجھے کوئی نصیحت کریں تاکہ میرا انجام بخیر ہوسکے۔ لیکن وہ ہر بار یہی کہتے رہے کہ آپ ہی نصیحت کریں۔

انہوں نے پندرہ بیس منٹ میری آواز بھی ریکارڈ کی۔ جو قبولیت دعا کے ذاتی واقعات پر مشتمل تھی قبولیت دعا کے واقعات اخبار بدر میں شائع ہو چکے ہیں۔

محفل گفتگو خوشگوار ماحول میں میٹھی یادوں میں مکمل ہوئی۔ آخر پر انہوں نے تحریر کیا۔

Dear Khursheed sb
Many thanks for speaks to me today
Your's sincerely
Nikolus 5.2.11

الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ

محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں

خالص سونے کے زیورات کا مرکز

الفضل جیولرز گولبازار ربوہ 047-6215747

کاشف جیولرز چوک یادگار حضرت اماں جان ربوہ فون 047-6213649

طالبانِ حق کیلئے

حضرت مسیح موعودؑ کے حیات مسیح کے عقیدہ کے متعلق اعتراض کا جواب

تنویر احمد ناصر، نائب ایڈیٹر ہفت روزہ بدر قادیان

قارئین اخبار بدر ’’طالبان حق کیلئے‘‘ کے عنوان سے اپنا ایک کالم شروع کر رہا ہے جس میں اسلام و احمدیت کے متعلق کئے جانے والے اعتراضات اور اُن کی حقیقت بیان کی جائے گی۔ اگر آپ کے ذہن میں کوئی سوال ہو تو ہمیں لکھیں تاکہ اُس کا جواب قارئین بدر کے لئے دیا جاسکے۔ نیز اسلام واحمدیت کے متعلق اگر آپ کوئی معلومات فراہم کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی اس کالم کے تحت بھجوا سکتے ہیں۔ (مدیر)

سوال: ۔کیرالہ سے ایک دوست مکرم نجم الدین صاحب نے اپنے ایک غیر احمدی دوست کا یہ اعتراض ارسال کیا ہے کہ احمدیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ یقین کرنا اور ان کے آسمان سے نزول کا عقیدہ رکھنا مشرکانہ عقیدہ ہے تو پھر تو حضرت مرزا صاحب کا بھی اپنے دعویٰ مسیحیت سے قبل یہی عقیدہ تھا کہ حضرت مسیحؑ زندہ موجود ہیں۔ یعنی آپ بھی شرک میں مبتلاء تھے۔ یہ بات ایک نبی کی شان کے خلاف ہے۔ اگر حضرت مرزا صاحبؑ اللہ کے نبی تھے اور قرآن میں وفات عیسیٰؑ کا وضاحت سے ذکر ہے تو خدا نے آپؑ کو اس کا پہلے سے علم کیوں نہ دیا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ قرآن مجید میں ایک بات موجود ہو اور ایک نبی اس کے برخلاف ایمان رکھے۔

جواب: اس سوال کے دو حصے ہیں اوّل یہ کہ احمدیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کو زندہ آسمان پر یقین کرنا اور ان کا بجسم عنصری وہاں سے نازل ہونا مشرکانہ عقیدہ ہے اور حضرت مسیح موعودؑ چونکہ دعویٰ سے قبل حیات مسیح کا عقیدہ رکھتے تھے اس لئے آپ بھی نعوذ باللہ شرک میں مبتلاء تھے۔

اس ضمن میں سب سے پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہئے کہ شرک کی تعریف کیا ہے۔ شرک یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی غیر کو اس کی برابری کا درجہ دے۔ یعنی جس طرح خدا تعالیٰ خالق و مالک اور ربّ العلمین ہے اُسی طرح اُس غیر اللہ کو بھی یہی مرتبہ دے اور اس کی عبادت کرے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے مسیح سے تعلق رکھنے والے مشرکانہ عقاید بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو خدا مان کر ان کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی طرح نصاریٰ کا یہ قول بھی قرآن مجید میں درج ہے کہ مسیح تین خداؤں یعنی خدا باپ خدا بیٹا اور خدا روح القدس میں سے تیسرا یعنی خدا بیٹا ہے۔ اسی طرح کفارہ یعنی خون مسیح پر ایمان لانے کا عقیدہ ہے۔ اب نصاریٰ کے ان تمام عقائد پر غور کر کے پھر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی پاکیزہ سیرت اور آپؑ کی تمام کتب کا ایک طائرانہ جائزہ ہی لیں تو معلوم ہوگا کہ آپؑ ان تمام عقائد یعنی تثلیث، الوہیت مسیح، ابنیت مسیح اور کفارہ سے سخت متنفر تھے اور اپنی ساری زندگی آپ نے ان عقائد کی تردید اور خدائے واحد و یگانہ کی وحدانیت کے قیام کیلئے وقف کردی تھی۔ آپؑ آغاز جوانی سے ہی قرآن مجید پر غور و تدبر کے عادی تھے۔ اور اکثر ان عقائد کے متعلق آپؑ کے عیسائیوں سے مباحثے ہوتے رہتے تھے آپؑ نے دلائل و براہین قرآنیہ سے اظہر من الشّمس واضح کردیا کہ مسیح اللہ کے حقیقی بیٹے اور خدا نہیں تھے اور نہ ہی تین خداؤں کا عقیدہ درست ہے اور ان عقائد کے رد کے نتیجہ میں کفارہ اپنے آپ باطل ہوجاتا ہے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

تثلیث: ’’اگر خدا معاذ اللہ تین ہوتے جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں تو چاہئے تھا کہ پانی، آگ کے شعلے اور زمین آسمان کے اجرام سب کے سب سہ گوشہ ہوتے تاکہ تثلیث پر گواہی ہوتی اور نہ انسانی نور قلب کبھی تثلیث پر گواہی دیتا ہے۔ پادریوں سے پوچھا ہے کہ جہاں انجیل نہیں گئی وہاں تثلیث کا سوال ہوگا یا توحید کا تو انہوں نے صاف اقرار کیا ہے کہ توحید کا‘‘ (الحکم جلد ۴ نمبر ۲۸ صفحہ ۳۔۴ پرچہ ۹ اگست ۱۹۰۰ء بحوالہ ملفوظات جلد ۱، صفحہ ۲۱۹۔۲۲۰۔ایڈیشن ۲۰۰۳ء)

پھر فرمایا:

مسیح کی اُلوھیت: ’’مسیح جس کو خدا بنایا جاتا ہے۔ اس کی تو کچھ پوچھو ہی نہیں۔ ساری عمر پکڑ دھکڑ میں گزری اور ابن آدم کو سر دھرنے کو جگہ ہی نہ ملی۔ اخلاق کا کوئی کامل نمونہ ہی موجود نہیں تعلیم ایسی ادھوری اور غیر مکتفی کہ اس پر عمل کر کے انسان بہت نیچے جا گرتا ہے۔

وہ کسی دوسرے کو اقتدار اور عزت کیا دے سکتا ہے جو اپنی بے بسی کا خود شاکی ہے اوروں کی کیا سن سکتا ہے جس کی اپنی ساری رات کی گریہ وزاری اکارت گئی اور چلا چلا کر ایلی ایلی لما سبقتانی بھی کہا مگر شُنوائی ہی نہ ہوئی اور پھر اس پر طرہ یہ کہ آخر یہودیوں نے پکڑ کر صلیب پر لٹکا دیا اور اپنے اعتقاد کے مواقف ملعون قرار دیا۔ خود عیسائیوں نے لعنتی مانا۔ مگر یہ کہہ دیا کہ ہمارے لئے لعنتی ہوا حالانکہ لعنت ایسی چیز ہے کہ انسان اس سے سیاہ باطن ہو جاتا ہے اور وہ خدا سے دُور اور خدا اُس سے دور ہو جاتا ہے۔ گویا خدا سے اس کا کچھ تعلق نہیں رہتا۔ اس لئے ملعون شیطان کا نام بھی ہے اب اس لعنت کو مان کر اور مسیح کو ملعون قرار دے کر عیسائیوں کے پاس کیا رہ جاتا ہے۔‘‘

(ایضاً)

مسیح کی ابنیت: ’’خدا کیلئے بیٹا تجویز کرنا گویا اللہ تعالیٰ کی موت کا یقین کرنا ہے۔ کیونکہ بیٹا تو اس لئے ہوتا ہے کہ وہ یادگار ہو۔ اب اگر مسیح خدا کا بیٹا ہے تو پھر سوال ہوگا کہ کیا خدا کو مرنا ہے؟ مختصر یہ کہ عیسائیوں نے اپنے عقائد میں نہ خدا کی عظمت کا لحاظ رکھا اور نہ قوائے انسانی کی قدر کی ہے اور ایسی باتوں کو مان رکھا ہے کہ جن کے ساتھ آسمانی روشنی کی تائید نہیں ہے۔‘‘ (ایضاً)

حضرت مسیح موعودؑ کی ان اسلام دوست اور خادم قرآن مساعی کے نتیجہ میں وہ عیسائی جو یورپ سے پورے ہندوستان کو عیسائی بنا کر خانہ کعبہ پر یسوع مسیح کی خدائی کا جھنڈا گاڑھنے کا منصوبہ اور خواب لیکر چلے تھے۔ ان پر زمین تنگ ہوگئی اور انہیں اپنا پیچھا چھڑانا مشکل ہوگیا۔

وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی تھے جن کی ان عظیم کاوشوں کے نتیجہ میں وہ مسلمان جو پہلے عیسائیت کی آغوش میں جا رہے تھے پھر سے حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ بہرحال اس قدر بیان سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ آپ نصاریٰ کے اُن مشرکانہ عقائد و خیالات کے حامی ہرگز نہیں تھے جن کا قرآن مجید نے ذکر کیا ہے بلکہ ان سے سخت متنفر تھے اور ایک سچے اور پکے مسلمان تھے اور آپ پر شرک کا الزام لگانا ناانصافی ہے۔ آج کے مسلمانوں کا تو یہ حال ہے جبکہ اُس دور میں مسیحیت کے منصب جلیلہ پر فائز ہونے کیلئے تمام مسلمانوں کی نگاہیں آپؑ ہی کیطرف اُٹھ رہی تھیں۔ جیسا کہ لدھیانہ کے صوفی احمد جان صاحب فرماتے ہیں۔

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر۔تم مسیحا بنو خدا کیلئے

اب سوال کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ کیا حیات مسیح کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ اگر قرآن مجید میں وفات مسیح کا ذکر موجود تھا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے اس کی آپؑ کو خبر کیوں نہ دی۔ یہ ایک نبی کی شان کے خلاف ہے کہ سابقہ کتاب میں کوئی بات موجود ہو اور ایک نبی اس کے برخلاف ایمان رکھے۔

اس کا ایک جواب تو یہی ہے کہ جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا حضرت مسیح کے متعلق حضرت مرزا غلام احمد صاحب کسی بھی مشرکانہ عقیدہ میں گرفتار نہ تھے بلکہ نصاریٰ کے تمام مشرکانہ عقائد سے سخت متنفر تھے۔

جماعت احمدیہ کے معاندین و مخالفین کا بھی عجیب حال ہے۔ جب وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان کردہ وفات مسیح کے دلائل سے عاجز آجاتے ہیں اور ان کے پاس کوئی جواب نہیں رہتا تو وہ براہین احمدیہ کی وہ عبارت پیش کر دیتے ہیں جس میں آپؑ نے اپنی سادگی میں مسلمانوں کے رسمی عقیدہ پر مبنی ایک خیال تحریر فرما دیا تھا۔ جس کی بعد میں آپؑ نے خود پرزور تردید کردی تھی۔ حیرت ہے انہیں حیات مسیح سے متعلق ایک مبہم سی تحریر تو نظر آتی ہے مگر وفات مسیح کے دلائل قاطعہ جو آپؑ کی تمام کتب میں جابجا ملتے ہیں نظر نہیں آتے۔

جہاں تک براہین احمدیہ کی عبارت کا تعلق ہے تو یاد رکھنا چاہئے کہ اس میں بیان شدہ خیال مسلمانوں کے رسمی عقیدہ پر مبنی تھا الہامی نہیں تھا اور یہ مخالفین کے لئے حجت نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ (الصّف:۱۰) یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا......لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکساری اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے......حضرت مسیح پیشگوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔ یعنی روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر ہے‘‘۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۴۹۹)

اب غور فرمائیے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کس صفائی سے اپنے خیال کو جو دوسرے مسلمانوں کے رسمی عقیدہ پر مبنی تھا نہایت سادگی سے بیان کردیا لیکن جو علم اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا اس کو بھی نہایت صفائی سے بیان فرما دیا۔ منقولہ بالا عبارت میں ’’لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے‘‘ کے الفاظ خصوصیت کے ساتھ قابل غور ہیں۔ کیونکہ لیکن کا لفظ بتاتا ہے کہ اس سے پہلے جو کچھ لکھا گیا آئندہ کا مضمون اس سے مختلف ہے۔ چنانچہ ’’ظاہر کیا گیا ہے‘‘ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اس سے پہلے جو کچھ لکھا گیا وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے علم کی بنا پر نہیں بلکہ عام انسانی خیال کی بنا پر ہے۔ چنانچہ مابعد کی عبارت پر غور کر کے دیکھ لیں اس میں پیشگوئی مسیح موعودؑ کے مصداق ہونے کا ذکر ہے۔ اور یہ علم آپؑ کو خدا کی طرف سے دیا گیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

’’اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت میں اس سرمخفی کی مجھے خبر نہ دی۔ حالانکہ وہ سب خدائی وحی جو اس راز پر مشتمل تھی میرے پر نازل ہوئی اور براہین میں درج ہوئی۔ مگر مجھے اس کا مضمون اور اس ترتیب پر اطلاع نہ دی گئی۔ اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا۔ تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو۔ وہ لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں۔ کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعویٰ نہیں۔ جب تک کہ خود خدا تعالیٰ مجھے نہ سمجھاوے۔ سو اس وقت تک حکمت الٰہی کا یہی تقاضا تھا کہ براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجھ میں نہ آتے۔ مگر جب وہ وقت آگیا تو وہ اسرار مجھے سمجھائے۔‘‘

(کشتی نوح صفحہ ۴۷۔روحانی خزائن جلد ۱۹)

پھر آپؑ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے کے متعلق فرماتے ہیں۔

’’وہ ہمارا ایک پرانا تقلیدی خیال تھا اور رسمی طور پر براہین احمدیہ میں لکھا گیا تھا اور یہ بات کہ مسیح ناصری فوت ہوگیا ہے اور آنے والا مسیح میں ہوں۔ خدا تعالیٰ کی وحی سے ہے اور خدا تعالیٰ کا الہام ہے۔ جس براہین میں یہ لکھا ہے کہ عیسیٰ آسمان پر چلا گیا۔ اسی میں یہ بھی لکھا ہے اور واضح طور پر لکھا ہے کہ میں مسیح ہوں۔ جیسے یَا عِیسٰیٓ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ (آل عمران: ۵۶) وغیرہ۔ اگر یہ انسانی کاروبار اور بناوٹی منصوبہ ہوتا تو یہ ظاہراً اتنا تناقض کیوں ہوتا؟ اگر تقویٰ ہو اور تھوڑا بہت انصاف ہو تو ایک طرف پرانا رسمی عقیدہ لکھ دینا اور دوسری طرف کل الہامات بھی لکھ دینا۔ جو اس عقیدہ کے صریح مخالف ہیں ایک ایسی بات ہے جس سے انسان عدم تصنع اور سادگی کا استدلال کرسکتا ہے۔ دیکھو کل الہام مخالف ہیں جیسے یَا عِیسٰیٓ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ۔ اِنَّا اَنزَلْنَاہُ قَرِیْباً مِنَ الْقَادِیَانِ۔ وَبِالْحَقِ اَنزَلْنَاہُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ۔ صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَکَانَ اَمرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلاً۔ بعض انبیاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ عجیب حکمت ہوتی ہے کہ ان سے ذہول سرزد ہو جاتا ہے اور وہ ذہول بھی ایک حکمت رکھتا ہے ورنہ سمجھا جاتا ہے کہ بناوٹ سے دعویٰ کردیا ہے اور اس طرح سے تو سمجھ میں آسکتا ہے کہ جب خزانہ موجود تھا اس وقت دعویٰ نہ کیا اور اب کردیا۔ یہ بناوٹ نہیں ہوسکتی‘‘ (الحکم جلد نمبر ۳۳ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۷ء بحوالہ ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۲۷۵ ایڈیشن ۲۰۰۳)

اسی طرح فرمایا۔ ’’یہ بیان جو براہین میں درج ہوچکا ہے صرف اس سرسری پیروی کی وجہ سے ہے جو ملہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے۔ کیونکہ جو لوگ خدا تعالیٰ سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کسی قسم کی دلیری نہیں کرتے۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ صفحہ ۱۹۷۔ ۱۹۸)

اور پھر بالآخر ازالہ اوہام میں آپؑ نے اعلان کیا کہ ’’چونکہ خدا تعالیٰ بھی یہ چاہتا ہے کہ...... یورپ اور ایشیا میں توحید کی ہوا چلاوے۔ اسی لئے اس نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہوچکا ہے۔ چنانچہ اس کا الہام یہ ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہوچکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔ وکان وعداللہ مفعولا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۲)

غرض یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان واضح بیانات سے ثابت ہوجاتا ہے کہ اگرچہ آپؑ کا یہ خیال مسلمانوں کے رسمی عقیدہ کی بنا پر تھا مگر جب اللہ تعالیٰ نے کثرت سے مکالمہ اور مخاطبہ کے ذریعہ آپؑ پر واضح کردیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہوگئے ہیں تب آپؑ نے قرآن مجید میں بیان شدہ آیات وفات مسیح پر ازسرنو غور کیا اور ان کو اپنے ان الہامات کی تصدیق میں پایا تو آپؑ نے اپنا وہ رسمی خیال ترک کردیا۔ اور ساری زندگی اسی بات کا اعلان کرتے رہے کہ عیسیٰ علیہ اسلام فوت ہوگئے ہیں اور اس کے نتیجے میں اپنوں بے گانوں کی گالیاں اور طعن و تشنیع بھی جھیلنی پڑی مگر آپؑ نے کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کے خوف سے حق کو نہیں چھپایا اور کھل کر اس حقیقت کو دنیا پر آشکار کیا جو اللہ تعالیٰ نے آپؑ پر منکشف کی۔ اعتراض تو تب ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے بار بار سمجھا دینے کے بعد بھی آپؑ اپنے اُسی خیال پر قائم رہتے اور کھل کر اپنی کتب میں جگہ جگہ حیات مسیح کا اعلان کرتے جبکہ آپؑ کی اکثر کتب اس مضمون سے بھری پڑی ہیں کہ مسیح وفات پاچکے ہیں۔ اس لئے آپؑ کی وہ تحریر جو الہامی نہیں تھی مخالفین کے لئے سند نہیں ہوسکتی۔ یہ اعتراض تو بعینہ اُسی قسم کا ہے جیسے کوئی یہودی اپنے قبلہ کی تائید میں آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہ کا بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا بطور سند کے پیش کرے۔ حالانکہ آنحضرتؐ کا وہ فعل محض تقلیدی تھا۔ الہام کی بنا پر نہیں تھا کیونکہ سنت انبیاء یہی ہے کہ نبی قبل از انکشاف حقیقت پہلی اُمت کے عام عقائد پر ہی گامزن ہوتے ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ انہیں اپنے الہام کے ذریعہ اس عقیدہ کی غلطی سے آگاہ کرتا ہے تو وہ اس عقیدہ کو ترک کردیتے ہیں جیسا کہ آنحضرتؐ نے تحویل قبلہ کے ذریعہ اپنے عمل سے دکھا دیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی فوری تعمیل میں آنحضرت ﷺ نے نماز کے دوران ہی خانہ کعبہ کی طرف منہ کرلیا۔ اب اگر کوئی نادان یہ کہے کہ اہل کتاب کے قبلہ کی طرف آنحضورؐ کا منہ کرکے نماز پڑھنا مشرکانہ عقائد کو تقویت دیتا ہے اور اس اعتبار سے آپؐ بھی (نعوذ باللہ) شرک میں مبتلا تھے تو اس پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ نبی اپنے اجتہاد میں بعض اوقات غلطی بھی کھا سکتا ہے چنانچہ اسلامی عقائد کی کتابوں میں اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ

اِنَّ النَّبِیَّ قَدْ یَجْتَھِدُ فَیَکُوْنُ خَطْاً۔

(نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی صفحہ ۳۹۲)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اجتہاد کرتے تو اس میں خطا ہوجاتی آگے اس کے ثبوت میں حدیث نبوی ان الفاظ میں درج ہے کہ اَلْمُجْتَھِدُ یُخْطِیُ وَیُصِیْبُ فَاِنْ اَصَابَ فَلَہٗ اَجْرَانِ۔ وَاِنْ خَطَأَ فَلَہٗ اَجْرٌوَاحِدٌ (نبراس) کہ مجتہد اجتہادی غلطی بھی کرتا ہے اور درست اجتہاد بھی کرتا ہے اگر اس کا اجتہاد درست ہو تو اُسے دو اجر ملتے ہیں اور اگر وہ غلطی کرے تو اُسے ایک اجر ملتا ہے۔

اسی طرح بخاری کی حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُھَاجِرُ مِن مَکَّۃَ اِلیٰ اَرْضٍ ذَاتِ نَخْلٍ فَذَھَبَ وَھْلِی اَنھَا الْیَمَامَۃُ اَوِالْحِجْرُ فَاِذَاھِیَ مَدِیْنَۃُ یَثْرَبَ (بخاری کتاب الرویا) یعنی میں نے رویا میں دیکھا کہ میں مکہ سے کسی کھجوروں والی جگہ کی طرف ہجرت کر رہا ہوں۔ پس میرا خیال تھا کہ یہ یمامہ یا حجر ہوگا۔ لیکن وہ مدینہ نکلا۔ پس اگر نبی کسی معاملہ میں خدا تعالیٰ کے واضح اشارہ پر بھی اجتہادی غلطی کرے تو وہ قصوروار اور گناہ گار نہیں کیونکہ وہ بہرحال انسان ہے اور انسان سہو و نسیان کا پتلا ہے۔ جس کے بارہ میں خود خدا تعالیٰ کا قول ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک درخت میں سے کھانے سے روکا تھا لیکن وہ شیطان کے بہکاوے میں آکر اُس میں سے کھا بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا کہ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا بلکہ نَسِیَ یعنی وہ بھول گئے تھے۔ یعنی پختہ عزم کے ساتھ انہوں نے یہ غلطی نہیں کی تھی۔ اب جبکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے والے واضح الہام میں بھی اجتہادی غلطی کا امکان ہے تو پھر خدائی تفہیم سے قبل کسی رسمی عقیدہ کے متعلق تو بدرجہ اولیٰ اس بات کا احتمال ہے کہ وہ اس کے متعلق اپنے اجتہاد میں غلطی پر ہو۔

☆......☆

مقابلہ انعامی مقالہ نویسی

نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت سال 2011ء

ہندوستان بھر کے احمدی احباب مرد و خواتین، طلبا و طالبات کے اندر مقالہ نویسی کی قابلیت کو فروغ دینے کے لئے اور ان کی مخفی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کے لئے ہر سال نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جانب سے انعامی مقالہ نویسی کا مقابلہ کرایا جاتا ہے۔ امسال انعامی مقالہ کے لئے درج ذیل عنوان مقرر کیا جاتا ہے۔

☆۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بھرشٹا چار (Corruption) کو کس طرح دور کیا جاسکتا ہے۔

☆۔How to eliminate Corruption in the light of teaching of Islam

مقالہ نگار درج ذیل امور کو ضرور ملحوظ رکھیں:-

☆ یہ امر ضروری نہیں ہے کہ صرف وہی احباب جنہوں نے اپنی تعلیمی فیلڈ میں اس مضمون کے بارہ میں مطالعہ کیا ہو وہی مقالہ لکھ سکتے ہیں بلکہ اسبارہ میں مختلف کتب و انٹرنیٹ سے کافی معلومات حاصل کی جاسکتی ہے اور ہر ایک چاہے جس فیلڈ سے بھی اس کا تعلق ہو اس عنوان پر مقالہ لکھ سکتا ہے۔

☆۔مقالہ لکھنے سے قبل بھرشٹا چار کے بارہ میں گہرائی سے مطالعہ کریں۔

☆۔قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں بھرشٹا چار کو کس طرح دور کیا جاسکتا ہے علم حاصل کریں اور حضرت نبی کریم ﷺ اور خلفا راشدین نے عرب کے ممالک میں اسلامی حکومت کے تحت جو عدیم المثال Corruption Free نظام قائم فرمایا ہے اس کو بھی گہرائی سے Study کریں۔

☆۔نیز اپنے مضمون میں یہ بھی بیان کرنے کی کوشش کریں کہ عصر حاضر میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بھرشٹا چار کو کس طرح دور کیا جاسکتا ہے اور اس کے نتیجہ میں دنیا میں کس قسم کی تبدیلی پیدا ہوگی اور اس کے نتیجہ میں انفرادی سطح پر / فیملی سطح پر / بزنس اور کمپنی سطح پر / صوبائی سطح پر / ملکی سطح پر / عالمی سطح پر کیا فوائد ہوں گے۔

☆۔اس سلسلہ میں کتب حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کرام نیز ’الاسلام‘ ویب سائٹ سے بھی زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

مندرجہ بالا امور کو خاکہ بنا کر اور اس موضوع کے بارے میں اپنی تحقیق کے ذریعہ اپنے مقالہ کو مزیّن کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ احباب کو مقالہ لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شرائط مقالہ:

☆۔مقالہ کم از کم 5000 الفاظ پر مشتمل ہو۔ (یہ الفاظ مقالہ نگار کے اپنے ہونے چاہئیں۔ حوالہ جات جو Quote ہوتے ہیں وہ اس کے علاوہ ہوں گے)

☆۔مقالہ اردو، انگریزی اور ہندی میں سے کسی ایک زبان میں لکھا جاسکتا ہے۔

☆۔مقالہ خوش خط اور صفحہ کے 3 / 2 حصہ میں لکھا گیا ہو۔ کاغذ کی پشت پر لکھا نہ جائے۔

☆۔مقالہ میں سرخ سیاہی کا استعمال نہ کیا جائے۔

☆۔اس مقالہ میں حصہ لینے کے لئے کوئی عمر قید نہیں ہے۔

☆۔مقالہ کے حوالہ جات مستند و مکمل ہوں۔ مثلاً کسی کتاب کا حوالہ پیش کرنے کی صورت میں نام کتاب، صفحہ نمبر، سن اشاعت، مقام اشاعت، پبلشر وغیرہ معلومات درج کئے جائیں۔

☆۔اخبار و رسائل کا حوالہ پیش کرنے کی صورت میں نام اخبار، نمبر شمارہ، تاریخ/ماہ اشاعت، مقام اشاعت، صفحہ نمبر، کالم نمبر، ایڈیٹر و مضمون نگار کے نام وغیرہ معلومات درج کئے جائیں۔ اخبار کی کٹنگ منسلک کرنا زیادہ بہتر ہے۔

☆۔مقالہ نگار کو نظارت تعلیم میں اپنا مقالہ جمع کرنے کے بعد اس کی واپسی کا مطالبہ کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

☆۔مقالہ کے جملہ حقوق نظارت کے حق میں محفوظ ہوں گے۔ کسی مقالہ نگار کو از خود مقالہ کی اشاعت کی اجازت نہیں ہوگی۔

☆۔مقالہ میں اول، دوئم اور سوئم آنے والوں کو علی الترتیب -/5000، -/4000، -/3000 روپئے نقدی انعام سے نوازا جائے گا۔

☆۔مقالہ 31 /اکتوبر 2011ء تک بذریعہ رجسٹری ڈاک یا دستی نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان میں پہنچ جانا چاہئے۔

(ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان)

وصایا :: منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر ہذا کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

مسل نمبر 6098: میں منصور احمد ولد مجید مرکار صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ تجارت عمر 31 سال پیدائشی احمدی ساکن کرولائی ڈاکخانہ کرولائی ضلع مالاپرم صوبہ کیرالہ بقائمی ہوش و ہواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 28.4.09 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ جائیداد، کوئی نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از تجارت -/2000 روپے ماہانہ ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہّ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہّ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: ٹی کے محمود العبد: منصور احمد گواہ: ایم آئی منور احمد

مسل نمبر 6099 : میں فاطمہ بیگم زوجہ مزمل احمد ملاّ قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 32 سال تاریخ بیعت 1989 ساکن بانسرا ڈاکخانہ بانسرا ضلع 24 پرگنہ ساؤتھ صوبہ بنگال بقائمی ہوش و ہواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 6.7.09 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ جائیداد: زیورات چوڑی دو عدد قیمت 24000 روپے۔ ایک عدد انگوٹھی قیمت 5000 روپے۔ ایک عدد ہار قیمت -/8500 روپے ایک عدد ہار قیمت -/6500 دو عدد کان کی بالیاں قیمت -/4000 روپے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ 2400 روپے ماہانہ ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہّ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہّ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتی رہوں گی۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: مفیض الرحمٰن الامتہ: فاطمہ بیگم گواہ: محمد مشرق علی

مسل نمبر :3400 میں عبدالرزاق ولد مجید الحق صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 43 سال تاریخ بیعت 5.3.93 ساکن شیل باری گھاٹ ڈاکخانہ سوناپور ضلع جلپائی گوڑی صوبہ بنگال بقائمی ہوش و ہواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 19.2.08 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ جائیداد: زمین ۲ کٹھ قیمت 5 ہزار روپے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت 1000 روپے ماہانہ ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہّ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہّ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: شیخ محمد علی العبد: عبدالرزاق گواہ: امین الرحمٰن

مسل نمبر 3399 : میں افیض الرحمٰن ولد سمیر علی صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 54 سال تاریخ بیعت 1996 ساکن دکن سال باڑی ڈاکخانہ دُراماری ضلع جلپائی گوڑی صوبہ نارتھ بنگال بقائمی ہوش و ہواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 19.2.08 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ جائیداد: ایک کچا مکان رقبہ 17 ڈسمل مالیت 25000 روپے۔ اس زمین میں پانچ ڈسمل زمین مسجد احدیہ کیلئے وقف کی ہے جسکی مالک صدر انجمن احمدیہ ہے۔ اس وقت بارہ ڈسمل زمین میرے پاس ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت 1000 روپے ماہانہ ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہّ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہّ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: سلطان احمد ظفر العبد: افیض الرحمٰن گواہ: شیخ محمد علی

مسل نمبر 3396 : میں عبدالغفور منشی ولد شمشیر علی صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 38 سال تاریخ بیعت 2003 ساکن بلرام پور ڈاکخانہ کھنیاں ضلع اتر دیناجپور صوبہ بنگال بقائمی ہوش و ہواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 19.2.08 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ جائیداد: نصف کٹھہ زمین پر کچا مکان جس کی قیمت 1500 روپے ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت -/1000 سو روپے ماہانہ ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہّ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہّ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: سلطان احمد ظفر

العبد: عبدالغفور گواہ: عبدالحمید کریم

مسل نمبر 3395 : میں منصور علی ولد مصیر علی صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ معلم عمر 45 سال تاریخ بیعت 4.3.2000 ساکن سرکار بارہ ڈاکخانہ پرسن نگر ضلع جلپائی گوڑی صوبہ بنگال بقائمی ہوش و ہواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 19.2.08 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ جائیداد: غیر منقولہ زمین پانچ کٹھ مکان سمیت قیمت 7000 روپے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت -/1000 روپے ماہانہ ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہّ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہّ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: سلطان احمد ظفر العبد: صفدر علی گواہ: امین الرحمٰن

مسل نمبر :3393 میں اشرف علی ولد شدیر علی صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ عارضی ملازمت عمر 54 سال تاریخ بیعت 1.8.98 ساکن منگل باری ڈاکخانہ چالسا ضلع جلپائی گوڑی صوبہ بنگال بقائمی ہوش و ہواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 19.2.08 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ جائیداد: زمین چار کٹھ قیمت 40 ہزار روپے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت 1000 سو روپے ماہانہ ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہّ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہّ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: سلطان احمد ظفر العبد: اشرف علی گواہ: امین الرحمٰن

وصیت نمبر 18356 : میں عبدالسبحان ولد موسیٰ صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 38 سال تاریخ بیعت 1999ء ساکن سات گاؤں ڈاکخانہ سات گاؤں ضلع کامروپے صوبہ آسام بقائمی ہوش و ہواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 23.2.08 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ جائیداد: کوئی نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از 1200 سو روپے ماہانہ ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہّ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہّ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: سلطان احمد ظفر العبد: منشی عبدالسبحان گواہ: شیخ محمد علی

مسل نمبر 3370 : میں عبدالقادر ولد برات علی منشی صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ کھیتی باڑی عمر 60 سال تاریخ بیعت 1978 ساکن بارتیکچر ڈاکخانہ زار بھٹیا ضلع بنگائی گاؤں صوبہ آسام بقائمی ہوش و ہواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 21.2.08 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ جائیداد: گھر مع زمین 6 بیگھہ قیمت 120000 روپے۔ میرا گزارہ آمد از کھیتی باڑی -/1000 سو روپے ماہانہ ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہّ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہّ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: علی حسین العبد: عبدالقادر گواہ: افزر علی احمد

وصیت نمبر 18345: میں عثمان غنی ولد حکیم الدین صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ معلم عمر 38 سال تاریخ بیعت 2001ء ساکن شیدا باڑی ڈاکخانہ بہتی ضلع گوالپاڑا صوبہ آسام بقائمی ہوش و ہواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 21.2.08 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ جائیداد: 15 کاٹھا قیمت 30 ہزار روپے۔ میرا گزارہ آمد از عارضی ملازمت -/1000 روپے ماہانہ ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہّ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہّ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: عبدالواحد ملاں العبد: عثمان غنی گواہ: شکور عالم

وصیت نمبر 18345: میں محمد عبداللہ ولد محمد مشرق علی قوم احمدی مسلمان پیشہ انجینئر عمر 43 سال پیدائشی احمدی حال ساکن نگویا جاپان۔ بقائمی ہوش و ہواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 4.1.06 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ جائیداد قادیان میں زمین مع مکان 5.5 مرلے قیمت تین لاکھ۔ زیر نمبر BVIII/148 میرا گزارہ آمد از ملازمت تین لاکھ پچاس ہزار ین ماہانہ ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہّ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہّ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد مشرق علی العبد: محمد عبداللہ گواہ: ابوطاہر منڈل

EDITOR
MUNEER AHMAD KHADIM
Tel. : (0091)1872-220757
(Mob.): " 9876376441
(Mob.): " 9915379255
badrqadian@rediffmail.com

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OFTHE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADR Qadian
Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 60 Thursday 11 August 2011 Issue No. 32

SUBSCRIPTION
ANNUAL : Rs. 350/-
By Air : 35 Pounds Or 60 U.S. $
: 40 Euro
:65 Canadian Dollar

جماعت احمدیہ پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش کبھی ختم نہیں ہوتی بلکہ ہر دن بڑھتی جارہی ہے

ہماری شکر گزاری اگر اپنی عملی حالتوں کی بہتری کے طور پر ہوگی تو ہم اللہ کے فضلوں کی بارش پہلے سے زیادہ دیکھیں گے

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 29 جولائی 2011 بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن۔

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمتوں اور بے پناہ احسانات کا اظہار کرتے ہوئے جلسہ سالانہ یوکے اپنے اختتام کو پہنچا۔ جو خطوط آرہے ہیں جنہوں نے ایم ٹی اے کے ذریعہ جلسہ میں شمولیت کی اور اسی طرح شامل ہونے والے جو زبانی مجھے تاثرات کا اظہار کرتے ہیں کہ بلا استثنا ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں رحمتوں اور احسانوں کو بارش کی طرح برستے ہوئے دیکھا ہے۔ اللہ کرے یہ پاک تبدیلیاں جو ہر ایک نے محسوس کی ہیں ان کے پاک نتائج عارضی نہ ہوں بلکہ دائمی ہوں اور حضرت مسیح موعودؑ کی خواہشات اور توقعات کو ہم ہمیشہ پورا کرنے والے ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہماری جماعت کو قیل وقال پر محدود نہ ہونا چاہئے۔ یہ اصل مقصد نہیں۔ تذکیہ نفس اور اصلاح ضروری ہے۔

حضور انور نے فرمایا پس ہمارے احساس صرف باتیں نہ ہوں بلکہ یہ تمام احساسات اس بنیادی مقصد کے حصول کا ذریعہ بن جائیں جو حضرت مسیح موعودؑ ہم سے چاہتے ہیں۔ جن باتوں کا ہم خطوط سے اور زبانی اظہار کررہے ہیں ان کا اظہار ہمارے عملوں سے ہو۔ اگر اصلاح کی طرف ہماری توجہ پیدا ہوگی تو مقصد تبھی حاصل ہوگا۔ نیز اس کے حصول کیلئے مسلسل جدوجہد کریں۔ ہر وقت اس بات کو مدنظر رکھیں کہ بے شمار خرچ جو جلسہ پر ہوتا ہے اس کو ہم نے اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بنانا ہے اور جب اس طرف کوشش ہوگی تبھی ہم حقیقی شکر گزار بن رہے ہوں گے۔ تبھی ہم اس شکر گزاری کے نتیجہ میں انفرادی اور جماعتی مزید فضلوں کے وارث بن رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بنیادی اصول کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی نعمتوں کا صحیح استعمال کرو۔ اگر ان نعمتوں کا صحیح حق ادا نہیں کررہے تو یہ صرف منہ کی باتیں ہوں گی۔ زبانی جمع خرچ ہوگا۔ حقیقی فائدہ اور شکر نہیں ہوگا۔

حضور انور نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش کبھی ختم نہیں ہوتی بلکہ ہر دن بڑھتی جارہی ہے۔ پس جماعت احمدیہ کا من حیث الجماعت ہر دن اللہ کے فضلوں کو دیکھتے ہوئے گزرتا ہے لیکن ہر احمدی کی طرف سے انفرادی طور پر بھی شکر گزاری کا اظہار ہونا چاہئے اور اس کا بہترین ذریعہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی تلاش اور جدوجہد ہے۔ جماعتی فضلوں کی بات ہے کہ گزشتہ مہینہ جرمنی میں میں جلسہ میں شمولیت کے لئے گیا۔ وہاں جلسہ کے علاوہ دیگر پروگرام بھی تھے ان کی شکر گزاری کا ذکر تھا کہ اس کے معاً بعد یوکے جلسہ اللہ کے فضلوں کی بارش دکھاتا ہوا آیا اور چلا گیا۔ پس وہ احمدی جو اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرکے میری ذات کی خوشیاں اللہ کی رضا سے وابستہ ہوگئی ہیں وہ ہر وقت سجدہ شکر بجالاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ سے کئے گئے وعدے پورے فرمارہا ہے۔ ہماری عبادات کی بہتری کے مواقع وقتاً فوقتاً عطا فرماتا ہے اور اب ہماری روحانی ترقی کیلئے چند دن میں رمضان المبارک کا بہترین موقع عطا فرمادیا ہے۔ پس ہماری شکر گزاری اگر اپنی عملی حالتوں کی بہتری کے طور پر ہوگی تو اللہ کے فضلوں کی بارش پہلے سے زیادہ دیکھیں گے۔ ہمیں اس جلسہ کی برکات کو رمضان کی برکات سے جوڑ کر آگے بڑھانا چاہئے۔ اپنے اندر کی پاک تبدیلی کو اگر ہم رمضان میں مزید صیقل کریں گے تو خدا کے احسانوں اور فضلوں کو پہلے سے بڑھ کر محسوس کریں گے۔ اللہ کے فضل سے اس بار جلسہ سالانہ میں تہجد پڑھنے والے بچوں کی تعداد پہلے سے بڑھ کر تھی۔ پس اللہ کے فضلوں کو مستقل ہم تبھی حاصل کرسکتے ہیں کہ ان تبدیلیوں کو زندگی کا حصہ بنانے کی ہر بڑا بچہ کوشش کرے۔ رمضان کا مہینہ شروع ہونے والا ہے۔ اس سے بھی بھرپور فائدہ اُٹھائیں تاکہ ہماری زندگی میں نہ ختم ہونے والا وعدہ جاری رہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور انور نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ یہ ذکر کسی فخر یا اپنی کسی کوشش کی کامیابی کے نتیجہ میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے احسانوں کا شکریہ ادا کرنے کیلئے ہے۔ اللہ کے فضل سے چھیانوے ممالک کے احمدیوں نے جلسہ میں نمائندگی کی۔ ہر سال یہ تعداد بڑھتی جارہی ہے مختلف قومیں شریک ہوئیں۔ احمدیوں کے علاوہ غیر احمدی اور غیر مسلم بھی اپنے تاثرات بیان کرتے ہیں اور جماعتی نظام سے متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکتے۔ غیر احمدیوں کے تو یہ تصور سے باہر ہے کہ کس طرح جلسے کے انتظامات والینٹیرز کے ذریعہ ہورہے ہیں۔ ہر شعبہ میں کام کرنے والا بے نفس ہوکر کام کرتا ہے اور یہ تمام کام دوسروں کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہماری جماعت کے متعلق ان کے خیالات مزید بہتر ہوئے ہیں۔ مثلاً ترکی کے وفد میں بعض غیر از جماعت یونیورسٹی کے پروفیسرز آئے ہوئے تھے کوئی حدیث کا ماہر تھا تو کوئی صوفی ازم کا۔ جلسہ کے ماحول کو دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے۔ بعض کے پاس تو تاثرات کی ادائیگی کے لئے الفاظ نہ تھے۔ یہ بھی اللہ کے فضلوں میں سے بڑا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ غیروں کے شکوک و شبہات کو اس جلسہ کے ذریعہ دور کرتا ہے۔ غیروں میں سے جو لوگ ملے ہیں یہ سب کارکنان کے شکر گزار ہیں۔ ان کی طرف سے میں کارکنان کو مبارکباد کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ ایم ٹی اے کے بھی خصوصی شکر گزار ہیں۔

حضور انور نے فرمایا ایک غیر احمدی خاتون لکھتی ہیں کہ احمدی مستورات سے مل کر خوش ہوں۔ جنہوں نے میرے غلط خیالات کو دور کیا۔ آپ کی مہمان نوازی کا بہت بہت شکریہ۔ کبابیر کے ایک دوست لکھتے ہیں کہ نہایت سکون کے ساتھ ہم نے جلسہ کے تمام پروگرام دیکھے۔ تیس ہزار لوگوں کا خاموشی سے دیکھنا ایسا گمان دیتا ہے جیسا کہ شہد کی مکھی کا چھتہ ہے۔ حضور انور کا آخری خطاب دلوں میں آنحضرتؐ کی محبت قائم کرنے والا اور روح کو جلا دینے والا خطاب تھا۔ عالمی بیعت کے وقت جب تمام حاضرین خلیفہ وقت کے ہاتھ سے جڑ کر ایک زنجیر کی شکل پیش کررہے تھے اور سب نے اپنی زبانوں میں بیعت کے الفاظ دہرانے شروع کئے تو یہ منظر دیکھ کر میں بھی اشکبار آنکھوں کے ساتھ بیعت کے الفاظ دہرانے لگا۔

حضور انور نے خطبے کے آخر میں فرمایا کہ اس بار تیس سے زائد امریکہ کے مقامی احمدی بھی شامل ہوئے تھے۔ جذبات سے مغلوب تھے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمیشہ اپنے حضور جھکائے رکھے اور خدا کی رضا کا حصول ہمارا مقصد ہو۔ ہم دنیا میں اسلام کی حقیقی تعلیم پھیلانے والے ہوں تبھی ہم امام الزمان کی جماعت میں شامل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں

تیلگو اور اُردو لٹریچر فری دستیاب ہے

فون نمبر: 0924618281,04027172202
09849128919, 08019590070

منجانب: ڈیکو بلڈرز حیدرآباد۔ آندھرا پردیش

اصلاحی کمیٹیوں کے اجلاس ہر ماہ باقاعدگی سے کیجئے

اصلاحی کمیٹیاں جماعتوں کی تربیت اور اصلاح کیلئے اہم کام کرتی ہیں۔ اسلئے اصلاحی کمیٹی کی ہر ماہ باقاعدگی سے میٹنگ ہونی چاہئے اور اس کی ماہانہ رپورٹ دفتر اصلاح وارشاد میں بھجوائی جائے۔

(ناظر اصلاح وارشاد قادیان)